

چار ایکٹ کا ایک نادر ڈرامہ

امانت

چار ایکٹ میں سٹیج ڈرامہ

اصغر بٹ

پہلی بار

ایک ہزار

ریپلیکا پبلی کیشن صدر کراچی

قیمت پانچ روپے

امانت

اس ڈرامے کو سٹیج پر پیش کرنے کے لئے اجازت

لینا ضروری ہے۔

بیوی کی نذر

پیش لفظ

کافی ہچکچاہٹ کے بعد میں نے طویل ڈرامہ لکھنے کا فیصلہ کیا۔ پچھلے بارہ تیرہ برس میں ایک ایکٹ کے ڈراموں کا پرچار کرنے اور ایک ایکٹ کے ڈرامے لکھنے پر تمام تر توجہ مرکوز کرنے کے بعد میرے لئے یہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔ مشکل اس لئے کہ میں پورے تیقّن سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ باقاعدہ تھیئٹر کے احیاء کا وقت قریب آگیا ہے یا نہیں۔ میں نے ایک ایکٹ کے ڈرامے اس وقت لکھنا شروع کئے جب باقاعدہ تھیئٹر کا قیام ایک ناقابلِ حصول آئیڈیل نظر

آتا تھا۔ ایک حسین خواب سا۔ اُس وقت سوچا کہ تھیٹر کو باقاعدہ زندہ کرنے کے لئے ہمیں کالج کے طالب علموں کے لئے اور شوقیہ فنکاروں کے لئے ہلکے پھلکے مختصر ڈرامے لکھنے چاہئیں۔ جن میں سٹیج سادہ ہو۔ جن میں اداکاروں کی تعداد زیادہ نہ ہو۔ یعنی جسے پیش کرنے میں کم سے کم دِقّت پیش آئے۔ خیال تھا کہ اِس طرح اداکاروں میں اور سامعین میں سٹیج ڈرامے کا ذوق پیدا ہو جائے گا اور مکمل ڈراموں کی مانگ پیدا ہو جائے گی اور پھر لکھنے والے خود بخود اِس مانگ کو پورا کرنے لگیں گے۔

ایک ایکٹ کے ڈراموں نے واقعی کالجوں اور کلبوں میں کافی مقبولیت حاصل کر لی اور یہ بات خاص طور پر حوصلہ افزا تھی کہ ہمارے ہاں کے طبع زاد ڈرامے جب غیر ملکی ڈراموں کے ترجموں کے ساتھ یا مقابل پیش کئے گئے تو ان سے کم مقبول نہیں ہوئے۔ ہم جان بوجھ کر مقبولیت کا ذکر کر رہے ہیں۔ فنی خوبیوں کا ذکر نہیں کر رہے۔ ہمارے ہاں کے لکھے ہوئے ایک ایکٹ کے ڈرامے کس حد تک فنی طور پر پختہ تھے۔ اِس کا فیصلہ نقّادوں کا کام ہے۔ لیکن جب ایک ایکٹ کے ڈراموں

کا رواج نیا نیا تھا۔ تو اُس وقت بھی کہیں کہیں سے ایک آدھ آواز مکمل ڈراموں کا مطالبہ کرتی سُنائی دیتی تھی۔ یہ ایک آدھ آواز ہمارے ہاں کے نوجوان ہدایت کاروں کی تھی جو سٹیج پر مغربی ڈرامے انگریزی میں پیش کیا کرتے تھے۔ لیکن اُس آواز میں اصرار نہیں ہوتا تھا۔ مشورہ ہوتا تھا۔ سوچنے کا انداز کچھ یوں ہوتا تھا۔ کہ "فلاں انگریزی ڈرامہ دیکھئے اگر اپنایا جا سکے تو"۔ اِسی ایک مشورے کے تحت میں نے اِبسن کے کھیل "پلرز آف سوسائٹی" کو اردو میں منتقل کر دیا۔ ترجمہ نہیں کیا بلکہ اپنایا۔ اور ہمارے نوجوان ہدایت کاروں نے اُسے پیش کرنے کا ذمہ بھی لیا۔ لیکن پھر یکایک اُن ہدایت کاروں کو کراچی سے باہر جانا پڑا۔ اور بات آئی گئی ہو گئی۔

انگریزی کے دلدادہ لوگوں کے علاوہ چند ایک ہمت والے اُردو کے طبع زاد مکمل ڈرامے بھی پیش کرنے کی جرأت کر رہے تھے۔ اُس میں اِن رضا کاروں کو بڑی بڑی کامیابیاں بھی ہوئیں اور ناکامیاں بھی۔ ناکامیاں زیادہ اور کامیابیاں کم۔ اِس لئے یہ طے کرنا مشکل تھا کہ اُردو تھیئٹر کے لئے واقعی ذوق پیدا ہو گیا ہے یا نہیں۔ بہت سے

اداکار انگریزی ڈراموں میں حصہ لینے کے لئے تو تیار ہو جاتے تھے لیکن اردو کے نام پر کانوں پر ہاتھ رکھتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا۔ اور بڑی حد تک یہ صحیح بھی تھا کہ انگریزی ڈرامے دیکھنے کے لئے جو لوگ آتے ہیں وہ زیادہ شائستہ ہیں۔ اُن کے سامنے ایک شریف گھرانے کی لڑکی سٹیج پر آسکتی ہے۔ لیکن اردو ڈراموں میں نہیں۔ اردو میں عشق کے مناظر بازاری لگنے لگتے ہیں۔ اس پر غور کیا تو اپنی زبان کی صلاحیتوں پر شبہ ہونے لگا۔ لیکن پھر وجہ یہ سمجھ میں آئی۔ کہ زبان تو اپنی جگہ پر ٹھیک ہے ہمارے معاشرے میں بعض عشق کی صورتیں بازاری سمجھی جاتی ہیں۔ اور ہمارے ہاں کا عشق یعنی ماڈرن عشق۔ شیریں فرہاد اور لیلےٰ مجنوں کو چھوڑ کر۔ بہت گھُٹا گھُٹا اور بالواسطہ سا عشق ہوتا ہے۔ مَیں اِسے کلیئے کے طور پہ پیش نہیں کر رہا۔ عام مشاہدے کے طور پہ عرض کر رہا ہوں۔ اِس میں کئی واقعات مستثنےٰ بھی ہو سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ مستثنےٰ واقعات ڈرامائی قالب میں پیش کئے جائیں گے بازاری نہیں کہلائیں گے۔ لیکن درایں حالیکہ حالات و واقعات کی اکثریت مشاہدات کی ترجمان ہونی چاہیئے اظہارِ عشق کی مغرب نما، اقسام بازاری تصوّر کی جائیں گی۔

اب اگر ڈرامے میں واقعاتِ عشق پر اتنی پابندی لگا دی جائے اور ہدایت کار اور اداکار دونو ڈرتے ڈرتے اُسے پیش کرنے کی حامی بھریں تو قدرتی طور پر تھیئٹر کے صحیح احیا، کی بابت شکوک کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ لیکن ان چند پیش رَو منچلوں کے لئے جو اِن مشکلات سے نہیں گھبراتے، ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ لوگوں نے اردو میں مکمل طبع ناد ڈرامے لکھنا شروع کر دیئے ہیں اِس نیک کام میں پیچھے رہ جانا مجھے بہادری کا شیوہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ یہ ڈرامہ جو سٹیج کرنے کے لیے لکھا گیا ہے پیشِ خدمت ہے۔

پہلے کئی موقعوں پر مَیں یہ عرض کر چکا ہوں اور اب اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ ڈرامے کی پہچان بلکہ ڈرامے کا امتحان سٹیج پر ہے بدقسمتی سے ہمارے ہاں کے اکثر نقّاد خود سٹیج کی ضروریات سے ناواقف ہوتے ہیں۔ وُہ اَدب کے نقّاد ہوتے ہیں۔ وہ چھپے ہوئے حروف سے زیادہ آشنا ہوتے ہیں۔ ان کے لئے اپنے تخیّل میں اُن مکالموں کو سُنتا۔ اداکاروں کی نقل و حرکت کو دیکھنا قریب قریب ناممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے نیک نیت

لیکن ناواقف نقّادوں کی حوصلہ افزائی میں ڈرامے کی ایک ایسی صنف ملکی رسالوں میں نظر آنے لگی ہے۔ جو نئے لکھنے والوں کو گمراہ کر سکتی ہے۔ اداکاروں کی زبان سے لچھے دار تقریریں اور واعظانہ طرزِ تکلّم اِس گمراہ کُن رویّے کی صرف ایک مثال ہے ایک اور مثال لکھنے والوں کی سماجی مسائل پر نقطہ آرائی ہے۔

ہمارے ایک دوست نے جو اپنے آپ کو نقّاد کہتے ہیں۔ ایک ڈرامے کو دیکھ کر کہا کہ اِس ڈرامے میں کسی سماجی مسئلے پر بحث نہیں ہے۔ اِس لئے درخورِ اعتنا نہیں۔ سماجی مسائل سے اُن کی مُراد تھی۔ ذخیرہ اندوزی۔ منافع بازی۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں نہیں کہتا کہ اِن موضوعات پر ڈرامے نہیں لکھنے چاہئیں۔ دراصل یہ بحث کہ ڈرامے کو سماجی اصلاح کرنی چاہیئے یا نہیں بڑی طویل ہے۔ اُس کے لئے نہ یہاں پر گنجائش ہے نہ موقعہ۔ یہاں ذکر صرف اِس بات کا ہو رہا ہے۔ کہ نقّاد کے ذہن میں ایک فارمولا ہے کہ "کیا زیرِ نظر ڈرامے میں کسی بڑے سماجی مسئلے پر خیال آرائی کی گئی ہے؟" اور اُس کے لئے اِس کا جواب "ہاں" یا "نہیں" ہی اچھے اور بُرے کا فرق بتاتا ہے۔ ڈرامے کی "افادیت"

کے معنے اُس کے ذہن میں بس اسی حد تک ہیں۔ اُس کے نزدیک یہ ڈرامے کی افادیت نہیں ہے کہ اُس نے چند کرداروں کو کچھ عرصے کے لئے آپ کے سامنے زندہ کر دیا۔ اُن کی زندگیوں نے آپ کے لئے دلچسپی پیدا کر دی۔ اور آپ کو محفوظ کیا۔

اِن حالات میں صرف یہ سوچ کر تسلی ہوتی ہے کہ ادب کی تخلیق کو آج تک تنگ نظری سے روکا نہیں جا سکا۔ اِس کا فیصلہ کہ ہم عصر اَدب میں کونسا زیادہ پائیدار ہے اور کونسا کم تاریخ ہی کر سکتی ہے۔ لیکن ہم لوگ خصوصاً میرے نقطۂ نظر کے لوگ تو صرف آج کے لئے لکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کل کا ہم نے نہیں سوچا اور اگر ایمان کی پوچھتے ہیں تو اپنے عالم فاضل نقاد دوستوں کے بتائے ہوئے نکتوں کا بھی نہیں سوچا۔

اس کے بعد یہ دُعا مانگنا کہ "اللہ ہمارا انجام بخیر کرے" معلوم نہیں کس حد تک درست ہے۔

فقط

اصغر بٹ

کراچی

یکم مئی ۱۹۶۲ء

کردار

۱۔ شیریں گُل۔ ایک امیرزادہ۔ عمر تیس برس

۲۔ میمونہ۔ ایک خوبصورت لڑکی عمر اٹھارہ برس

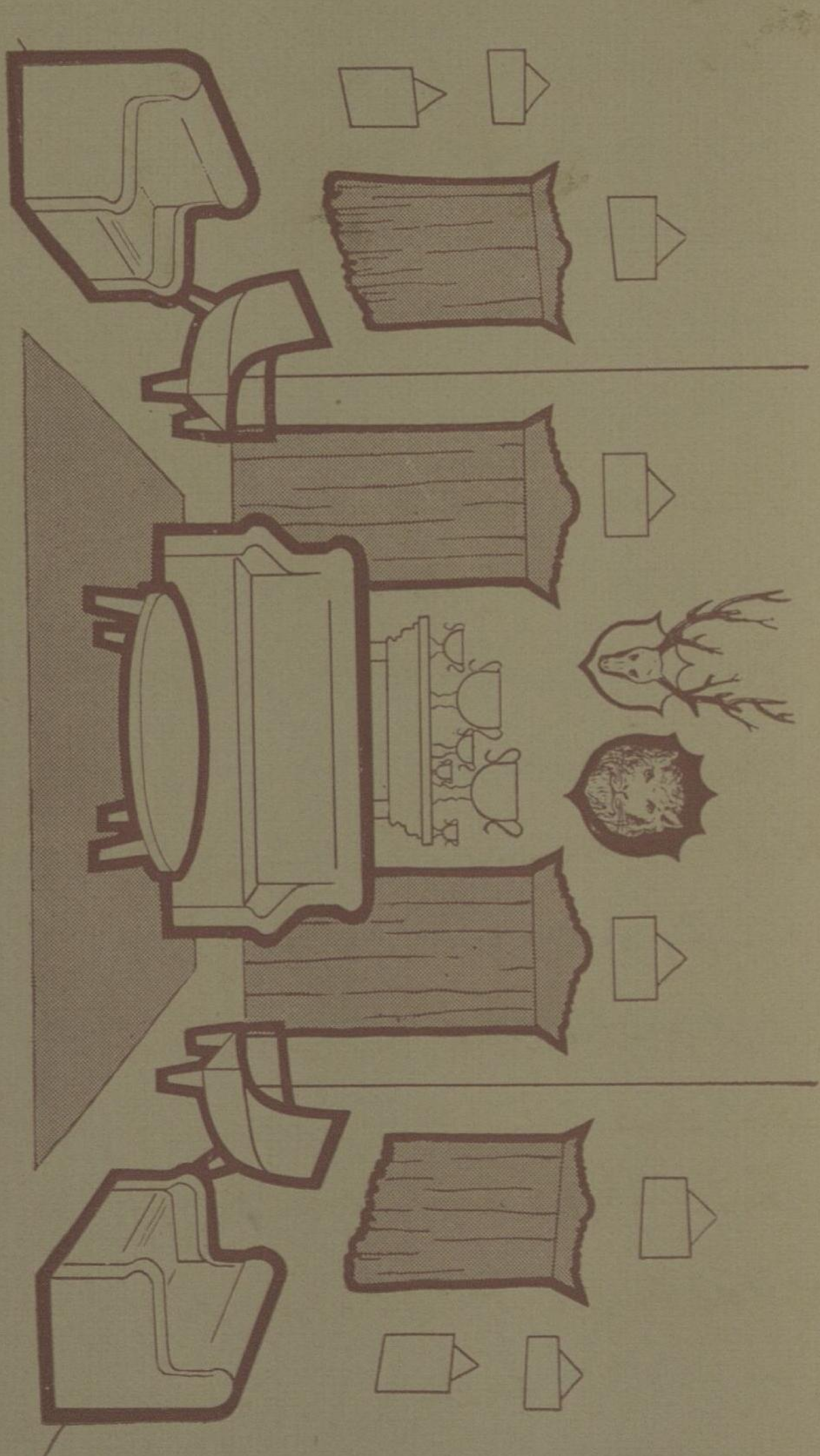
۳۔ مرزا صاحب۔ جنگلات کے محکمے کا افسر عمر پینتیس برس

۴۔ ہاشم۔ ایک انشورنس ایجنٹ عمر تیس برس

۵۔ تھانیدار۔ سپاہی ملازم چوکیدار۔

پہلا ایکٹ

وقت پچھلا پہر - ڈرائنگ روم - ایک امیر آدمی کا گھر لیکن قدرے پرانی طرز سے آراستہ - قالین اور ریشمی پردے اور دیوار پر شیر اور ہرن کے دو بڑے بڑے سر - صوفے ہیں لیکن بھاری قسم کے غیر مروّج صوفے - آتشدان پر چاندی کے کئی کپ رکھے ہیں - جو شاید کھیل کے میدان میں جیتے گئے ہیں - دو آرام کرسیاں بھی ہیں - لیکن وہ بھی پرانی بھاری وضع کی دائیں اور بائیں جانب دروازے -



جب پردہ اٹھتا ہے تو ڈرائنگ روم خالی نظر آتا ہے۔ باہر کار کا دروازہ بند کرنے کی آواز آتی ہے۔ اور شیریں۔ ایک تیس برس کا نوجوان کندھے پر کوٹ لٹکائے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا گھماتا ہوا دائیں جانب سے داخل ہوتا ہے۔ درمیانہ قد۔ مضبوط جسم۔ شکل وصورت معقول اور چہرے سے شرافت ٹپکتی ہے۔ پتلون پر ایک ہلکی سی خوبصورت بیلٹ ہے۔ اور نکٹائی گلے میں ذرا ڈھیلی ہو کر لٹک رہی ہے۔ وہ کچھ سوچتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بائیں جانب سے تیزی سے ایک ملازم جس نے سفید پگڑی اور سفید لمبا کوٹ پہن رکھا ہے داخل ہوتا ہے۔ شیریں بے خیالی میں کوٹ ملازم کے حوالے کر کے درمیانی صوفے پر بیٹھ جاتا ہے۔ ملازم کوٹ لے کر واپس پلٹتا ہے۔ پھر جھجک کر رک کر کہتا ہے

ملازم - سرکار وہ مہمان نہیں آئے ؟

شیریں - نہیں

ملازم - آپ سٹیشن تو وقت پر پہنچ گئے تھے ؟

شیریں - ہاں -

ملازم - اور رات کا کھانا۔

شیریں۔ ہوں۔

ملازم۔ دو مہمانوں کا کھانا بھی تو پک رہا ہے

شیریں۔ ہاں کھانا ؟ اسے روک دو۔

ملازم۔ مرغیوں کو فرج میں رکھوا دیتے ہیں۔ سبزی اُس نے ابھی نہیں کاٹی۔

شیریں۔ ہاں ٹھیک ہے

ملازم۔ (واپس مُڑتے ہوئے۔) آپ کے لئے چائے لاؤں

شیریں۔ ہاں معلوم نہیں کیا بات ہو گئی

ملازم۔ (جو اب بائیں دروازے کے قریب پہنچ چکا ہے۔) جی ؟ کیا فرمایا آپ نے ؟

شیریں۔ (چونک کر) نہیں تم سے کچھ نہیں کہا۔ میں سوچ رہا تھا۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں کیا ہو گیا۔

ملازم۔ شاید انہوں نے کسی اور گاڑی کا لکھا ہو ؟

شیریں۔ ذرا کوٹ دینا۔

(ملازم لاکر کوٹ دیتا ہے)

شیریں۔ (جیب سے ٹٹول کر ایک تار نکال کر غور سے دیکھتا ہے۔)

تیز گام لکھا ہوا ہے صاف۔

(تار تہہ کر کے واپس جیب میں رکھ دیتا ہے)

ملازم۔ ہو سکتا ہے۔ کہ گاڑی سے رہ گئے ہوں

شیریں۔ ہو سکتا ہے شاید اب دوسری اطلاع آجائے

(دائیں جانب دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے)

شیریں۔ وہ دیکھو۔ میرا خیال ہے۔ کہ ڈاکیہ تار لے کر آیا ہوگا

(ملازم دائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔ باہر سے گفتگو کی آواز آتی ہے۔)

عورت کی آواز شیریں صاحب کا گھر یہی ہے؟

ملازم کی آواز۔ جی ہاں۔

عورت کی آواز۔ تانگے والے کو یہ ایک روپیہ دے دو۔ اور یہ سوٹ کیس لے آؤ۔

(شیریں بھویں سکیڑے دائیں جانب بڑھتا ہے۔ دائیں جانب سے اٹھارہ برس کی ایک خوبصورت لڑکی داخل ہوتی ہے اُس نے سادہ شلوار قمیص پہن رکھی ہے۔ بالوں کی دو چوٹیاں شانوں پر ہیں۔ چہرے پر میک اَپ نہیں اور اونچی ایڑی کی جوتی

نہیں۔ چہرہ معصوم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک خود اعتمادی ہے۔ شیریں فوراً رُک جاتا ہے۔)

لڑکی۔ کیا آپ ہی شیریں صاحب ہیں۔

شیریں۔ جی ہاں۔

لڑکی۔ میرا نام میمونہ ہے

شیریں۔ (ذرا پریشانی سے سوچتے ہوئے) جی ۔ ؟ تشریف لائیے

لڑکی۔ (ذرا مُسکرا کر) آپ کو شاید ہاشم نے میرا نام نہیں بتایا ۔ ؟

شیریں۔ (ذرا بوکھلا کر) تو کیا آپ —— یعنی...... آپ بیگم ہاشم ہیں ؟

میمونہ۔ جی ہاں۔

شیریں۔ (جلدی سے۔) معاف فرمائیے۔ آپ تشریف رکھیئے نا میں ہاشم کو لے کر آتا ہوں۔

(جلدی سے دائیں جانب بھاگتا ہے)

میمونہ۔ (مڑ کر) جی وہ ساتھ نہیں ہیں

(دائیں دروازے کے قریب پہنچ کر شیریں یکایک رُک جاتا ہے۔)

شیریں ۔ جی !
میمونہ ۔ میں نے کہا کہ ہاشم میرے ساتھ نہیں آئے
شیریں ۔ میں سمجھا نہیں
میمونہ ۔ جی وہ آ نہیں سکے ۔

(شیریں پلٹ کر واپس کمرے میں آتا ہے۔ میمونہ کی طرف دیکھتا ہے ۔ لیکن جب میمونہ معصوم چہرے سے اسے دیکھتی ہے تو بوکھلا کر زمین کی طرف دیکھنے لگتا ہے ۔)

میمونہ ۔ ایک حادثہ ہو گیا ۔

(شیریں آگے بڑھ کر ایک صوفے کی پشت کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے ۔)

شیریں ۔ کیا ہوا ؟
میمونہ ۔ ان کو میرے ساتھ آنے کی اجازت نہیں دی گئی ۔
شیریں ۔ لیکن کس نے اجازت نہیں دی ۔۔۔ ہاشم ۔۔۔۔۔
ہاشم زندہ تو ہے ۔
میمونہ ۔ جی ہاں ۔
شیریں ۔ تو ۔ ؟

میمونہ۔ اُن کو گرفتار کر لیا گیا ہے!

شیریں۔ (گویا اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا۔) جی؟ کیا کیا ہے ہاشم نے۔؟

میمونہ۔ انہوں نے تو کچھ نہیں کیا

شیریں۔ پھر؟

میمونہ۔ میں بیٹھ جاؤں

شیریں۔ جی ہاں۔ جی ہاں۔ ضرور بیٹھئے۔ معاف فرمایئے میں بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ ہاشم میرا بہت عزیز دوست ہے۔

میمونہ۔ (صوفے پر بیٹھتے ہوئے) در اصل پولیس مجھے پکڑنا چاہ رہی تھی۔

شیریں۔ (جس کی پریشانی میں کسی طور کمی نہیں ہوئی۔) آپ کو پکڑنا چاہ رہی تھی۔؟ کیوں؟

میمونہ (ذرا ہنس کر) میں نے خون نہیں کیا

شیریں۔ خون؟ کس کا خون ۔ ؟

میمونہ۔ آپ بہت پریشان معلوم ہوتے ہیں۔ بیٹھ جایئے۔

شیریں۔ (جلدی سے آگے ہو کر صوفے پر بیٹھ جاتا ہے۔) آپ

کہہ رہی تھیں کہ آپ نے خون نہیں کیا۔ ؟ کسی اور نے کیا ؟

میمونہ (اب باقاعدہ ہنس کر) آپ سمجھے نہیں۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ میں نے خون نہیں کیا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں —— دراصل اپنی مرضی سے شادی کر رہی تھی۔

شیریں۔ (اطمینان کا لمبا سانس لے کر) افوہ! آپ نے ان چند لمحوں میں سیروں خون خشک کر ڈالا میرا۔

میمونہ۔ آپ تو بڑی جلدی ڈر جاتے ہیں۔ ہاشم نے تو بتایا تھا۔ کہ آپ کالج کی کھیلوں میں اول آیا کرتے تھے۔

شیریں۔ (ذرا بوکھلا جاتا ہے) جی ہاں (زمین کی طرف گھورتا ہے۔ اور کچھ سوچ کر۔) لیکن شادی پر کسی کو گرفتار نہیں کیا جاتا ہے —— کیا آپ نابالغ ہیں۔ ؟

میمونہ۔ (ہنس کر) جی نہیں۔

(شیریں اپنے سوال پر خود ہی شرمندہ ہو جاتا ہے۔ اور خفت مٹانے کے لئے اُٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ دائیں جانب سے ملازم سوٹ کیس لئے داخل ہوتا ہے۔)

شیریں۔ (اسے ڈانٹ کر) ابھی چائے نہیں لائے؟
ملازم۔ (چونک کر) جی ابھی لایا (بائیں جانب چلتا ہے)
شیریں۔ جلدی لاؤ۔
ملازم۔ (بائیں جانب چلتے ہوئے) جی بہتر (پھر رک کر) یہ بکس سونے کے کمرے میں رکھ دو جی؟
میمونہ۔ ہاں بیگم صاحب کے کمرے میں۔
ملازم۔ (بکس رکھ کر مڑتا ہے۔) جی؟ کون سے کمرے میں!
شیریں۔ (جلدی سے) میں نے آپ لوگوں کے لئے مکان کا ایک الگ حصہ مخصوص کر رکھا ہے۔ (ملازم سے) مہمانوں والے کمرے میں۔ (ملازم بکس لئے بائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔)
میمونہ۔ آپ کی بیگم کہاں ہیں؟
شیریں۔ جی۔؟ .... جی۔ میری شادی نہیں ہوئی۔
میمونہ۔ (حیرت سے ذرا سنبھل کر بیٹھ جاتی ہے۔) اچھا۔؟ ہاشم نے بتایا ہی نہیں۔؟...... تو آپ کی امی تو ہوں گی۔؟
شیریں۔ جی میری امی حیات نہیں ہیں۔ میں بہت چھوٹا تھا

جب وہ فوت ہوگئیں۔

میمونہ۔ تو آپ —— گھر میں کیلے ہیں۔؟

شیریں۔ (بوکھلا کر) جی۔ کوئی ایسا اکیلا بھی نہیں۔ میرا مطلب ہے۔ گھر میں ملازم وغیرہ ہیں۔

میمونہ۔ (ذرا سوچ کر) میرا خیال ہے کہ ایسی صورت میں میرا آپ کے ہاں رہنا مناسب نہیں۔

شیریں۔ جی۔ جی نہیں کوئی بات نہیں —— یعنی اگر میں۔ تو میں چند روز کے لئے یہاں سے چلا جاؤں گا۔

میمونہ۔ خانہ بہ مہماں گذاشتن شاید ایسے ہی موقعوں پہ کہا جاتا ہے۔

شیریں۔ میرے ملازم بہت اچھے ہیں۔ یہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف ہونے نہیں دیں گے۔

میمونہ۔ مشکل یہ ہے۔ کہ اس کے باوجود میرا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے —— گھر میں کوئی ملازمہ نہیں ہے؟

جی نہیں —— بات یہ ہے کہ چونکہ میں گھر میں اکیلا ہوتا ہوں اس لئے ملازمہ کا رکھنا مناسب نہیں

میمونہ۔ ہم دونو کے مسائل کچھ ایک ہی طرح کے معلوم ہوتے ہیں۔

شیریں۔ (موضوع بدلنے کی ایک دلیرانہ کوشش کرتے ہوئے) آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ کو گرفتار کیوں کیا جا رہا تھا ؟

میمونہ۔ میں نے آپ کو بتایا تو تھا ابھی۔

شیریں۔ پھر بھی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ عدالت میں جا کر کہہ سکتی ہیں کہ آپ اپنی مرضی سے شادی کر رہی ہیں۔

میمونہ۔ ایک اور بات بھی ہے۔

شیریں۔ (ہمہ تن گوش۔) جی۔

میمونہ۔ اُن کا خیال ہے کہ میں نے چوری کی ہے۔؟

شیریں۔ (صوفے سے ہٹ کر نیچے کی طرف گھورتے ہوئے۔) تو کیا ان کا خیال ٹھیک ہے؟

میمونہ۔ (ذرا جوش سے۔) بالکل غلط ہے!

شیریں۔ (ذرا اطمینان ہو کر میمونہ کی طرف دیکھتے ہوئے۔) مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا۔

میمونہ۔ (ویسے ہی جوش سے۔) وہ زیورات میرے ہیں۔

شیریں۔ (چونک کر) جی؟ زیورات ۔؟

میمونہ۔ وہ زیورات میری امی کے ہیں۔ اور امی نے مجھے دیئے تھے۔

شیریں۔ تو پھر چوری کی بات کیسے بنی۔؟

میمونہ۔ (جس کا جوش اب ختم ہو چکا ہے۔) یہ الزام میری سوتیلی ماں نے لگایا ہے۔

شیریں۔ (جواب سمجھنے لگا ہے۔) تو آپ کی والدہ فوت ہو چکی ہیں کیا۔؟

میمونہ۔ جی ہاں۔

شیریں۔ اور فوت ہونے سے پہلے وہ زیورات اپنی بیٹی کو دے گئیں۔ لیکن سوتیلی ماں نے آکر اُن پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ اب اس کا کہنا ہے کہ زیورات اس کے ہیں۔ اور آپ نے چُرائے ہیں؟

(میمونہ اثبات میں سر ہلا دیتی ہے۔)

شیریں۔ (سوچتے ہوئے بیٹھ جاتا ہے۔) تو انہوں نے ہاشم کو کیسے گرفتار کر لیا؟

میمونہ۔ ہم دونوں ریلوے سٹیشن پر تھے کہ ابا پولیس کو لے کر پہنچ گئے۔ میں ڈبے میں بیٹھی ہوئی تھی اُنہیں دیکھ کر چھپ گئی۔ ہاشم باہر کھڑے تھے۔ اُنہیں پکڑ لیا۔ وہ مجھے ڈھونڈتے رہے لیکن میں نہ ملی۔ اتنے میں گاڑی چل دی۔ اور میں یہاں آگئی۔

شیریں۔ تو کیا انہیں معلوم تھا کہ آپ لوگ بھاگ کر کہاں جا رہے تھے

میمونہ۔ اس کا تو انہیں علم نہیں ہو سکتا

(بائیں جانب سے ملازم چائے کی ٹرالی لے کر داخل ہوتا ہے۔ اور میمونہ کے سامنے روک دیتا ہے۔ شیریں اُٹھ کر چائے بناتا ہے اس دوران میں پوچھتا ہے۔ "شکر" - ؟ "ایک چمچہ" وغیرہ۔ چائے کی پیالی دے کر مٹھائی پیش کرتا ہے۔ پھر اپنی پیالی لے کر واپس اپنی جگہ پر آ کر خاموشی سے ایک لمبا گھونٹ بھرتا ہے۔)

میمونہ۔ میں نے آپ کو پلیٹ فارم پر دیکھا تھا۔ لیکن چونکہ پہچانتی نہیں تھی۔ اس لئے خود ہی تانگہ لے کر آگئی۔

شیریں۔ ہاشم نے میرے بارے میں بہت کچھ بتایا ہوگا۔

میمونہ۔ ہاشم صاحب کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ وہ فلسفی
آدمی ہیں۔ ادھوری بات کرتے ہیں۔ اور عام تفصیلات
بتانا تو انہیں آتا ہی نہیں

شیریں پھر بھی انہوں نے کیا بتایا ؟

میمونہ پہلے تو صرف یہ بتایا تھا۔ کہ میرا ایک دوست شیریں ہے۔ اور
میں سمجھی شیریں ایک لڑکی ہے۔

شیریں۔ (ذرا جھینپ کر) میرے نام سے اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہو
جاتی ہے۔ اصل میں میرا نام شیریں گل ہے۔

میمونہ۔ میں تو ان سے لڑی کہ وہ کون ہے آپ کی دوست۔ ؟
پھر کہنے لگے کہ لڑکیوں کی طرح ہی ہے۔ (ہنس دیتی ہے۔)

شیریں۔ (اور جھینپ کر) اچھا ہاشم کا بچہ ہاتھ آجائے میرے۔ !

میمونہ۔ (جلدی سے۔) نہیں یہ بھی کہا تھا کہ آپ کھیلوں میں بہت
اچھے تھے اور بہت کپ جیتتے تھے۔

شیریں۔ (ذرا مسکرا کر) ہاں اور پڑھائی کے کپ ہاشم جیتا
کرتا تھا ——— اور میرے بارے میں کیا کیا افواہیں
اس نے گھڑ رکھی تھیں۔

میمونہ۔ اس سے زیادہ کبھی بات ہی نہیں ہوئی۔

شیریں۔ (ناامیدی سے۔) اچھا۔؟ آدمی محبت میں اپنے دوستوں کو بھی بھول جاتا ہے کیا؟

میمونہ۔ (ابکے اس کی جھینپنے کی باری ہے۔) اصل میں ہماری ملاقات بہت مختصر اور چند ہی مرتبہ ہوئی۔

شیریں پھر بھی سال دو سال تو ہو ہی گئے ہوں گے۔

میمونہ جی نہیں۔

شیریں۔ (سوچتے ہوئے۔) تین چار مہینے ہوئے ہاشم مجھ سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ اُس نے ذکر نہیں کیا۔ کہ اس کی شادی ہو رہی ہے۔

میمونہ۔ اُس وقت ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی

شیریں۔ (حیرت سے) یعنی آپ کی ملاقات تین چار مہینے سے بھی کم عرصے کی ہے؟

میمونہ۔ جی ہاں۔

شیریں۔ ناممکن۔

میمونہ۔ کیوں؟

شیریں۔ ہاشم جیسا آدمی اتنی جلدی لوگوں کو پرکھ کر اُن کے
بارے میں فیصلہ نہیں کر لیا کرتا۔
میمونہ۔ تو آپ کے خیال میں ہاشم کُند ذہن ہے۔؟
شیریں۔ (خفیف ہو کر۔) نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا
میرا مطلب یہ تھا کہ وہ بے حد محتاط آدمی ہے۔
میمونہ۔ ہاں۔ میرے خیال میں محتاط تو ہیں۔
شیریں۔ میں نے اسی لئے عرض کیا تھا۔
میمونہ۔ وہ بہت لمبی سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔
شیریں۔ قطعی
میمونہ۔ ہماری ملاقات کو آج پورا دسواں روز ہے۔
شیریں۔ (چونک کر) جی؟
میمونہ۔ حالانکہ ہماری شادی ایک ہفتہ پہلے ہو سکتی تھی۔
شیریں۔ یعنی ملاقات کے تیسرے روز۔؟
میمونہ۔ جی ہاں —— کیوں
شیریں۔ کچھ نہیں —— (اٹھ کر مٹھائی پیش کرتا ہے) مٹھائی لیجیے نا۔
میمونہ۔ جی نہیں شکریہ۔ (پیالی رکھ کر اُٹھتی ہے۔) اَب

مجھے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مجھے کہاں جانا چاہیئے۔

شیریں۔ (ذرا پریشانی سے۔) یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ؟

میمونہ۔ کیا کیا جائے معاشرے کی مجبوریاں ہیں۔

شیریں۔ لیکن آپ تو معاشرے کی زیادہ قائل معلوم نہیں ہوتیں

میمونہ۔ یہ ٹھیک ہے لیکن میں آپ کو بھی تو اچھی طرح نہیں جانتی۔

شیریں۔ (قدرے خفگی سے پیالی میز پر رکھ دیتا ہے۔) کاش آپ کی ملاقات دو تین مہینے پرانی ہوتی، تاکہ وہ میرے بارے میں آپ کو کچھ اور بھی بتا سکتا۔ (دائیں جانب مڑ جاتا ہے۔)

میمونہ۔ (شیریں کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھتے ہوئے) آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی۔؟

شیریں۔ (ایسے مڑتا ہے جیسے کسی نے اُسے ڈس لیا ہو اور غصے سے) بیگم ہاشم آپ کو پوری آزادی ہے ..... (یکا یک رُک جاتا ہے اور نرمی سے۔) دیکھئے اس وقت رات ہو رہی ہے۔ آپ اکیلی کہیں نہیں جا سکتیں۔ کسی ہوٹل میں بھی اکیلا رہنا مناسب نہیں۔ (پھر کچھ سوچ کر) میرے خانساماں کی بیوی

قریب ہی رہتی ہے اُسے بُلوا لیجئے۔ (پھر طنز سے۔) اس کے علاوہ میرے پاس ایک شکار کی بندوق ہے۔ اس میں کارتوس بھر کے آپ کے حوالے کئے دیتا ہوں۔ اسے اپنے قریب رکھئے۔

میمونہ۔ (سادگی سے) جی نہیں بندوق کی ضرورت نہیں ہے۔ خانساماں کی بیوی کو البتہ بلوا دیجئے۔

شیریں۔ (آواز دیتا ہے) نورے!! نورے!

(ملازم بائیں جانب سے داخل ہوتا ہے)

ملازم۔ جی سرکار

شیریں۔ خانساماں کی بیوی کو بُلاؤ۔

ملازم۔ (چونک کر۔) خانساماں کی بیوی سرکار؟

شیریں۔ (ذرا غصے سے۔) ہاں خانساماں کی بیوی۔

ملازم۔ سرکار وہ۔۔۔۔۔ ۔۔ وہ خانساماں سے خود کہئے۔۔۔۔

شیریں۔ خود کیا مطلب؟

ملازم۔ (مدد کے لئے میمونہ کی طرف دیکھتا ہے۔) حضور کون اپنی بیوی آسانی سے دیتا ہے۔

میمونہ ۔ نہیں بھائی وہ تو میرے ساتھ رہے گی۔

ملازم ۔ (ایک دم سمجھ کر) آ۔ ہاں ۔ جی ہاں جب تو وہ شاید بھیج دے گا۔ ابھی بولتا ہوں جاکر۔

(دائیں جانب دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے)

شیریں ۔ دیکھو کون ہے؟

(ملازم دائیں جانب چلتا ہے ۔ شیریں بھاگ کر اسے روکتا ہے)

شیریں ۔ (آہستہ سے) اور اگر کوئی پوچھے تو کہنا میں گھر پر نہیں ہوں ۔ سمجھے!

ملازم ۔ جی بہتر۔ (دائیں جانب نکل جاتا ہے۔)

شیریں ۔ (میمونہ کی طرف دیکھ کر طنز سے۔) میں نہیں چاہتا کہ معاشرہ آپ کو یہاں پر دیکھ لے۔

میمونہ (سرد مہری سے) شکریہ۔

باہر سے تھانیدار کی آواز ۔ شفقت صاحب اندر ہیں؟

ملازم کی آواز ۔ جی نہیں

تھانیدار ۔ کہاں ہیں وہ۔

ملازم ۔ حضور سیر کے لئے گئے ہوئے ہیں۔

تھانیدار۔ کس وقت آئیں گے؟

ملازم۔ کیا معلوم حضور؟

تھانیدار۔ (گرج کر) کیا بکتے ہو۔؟ تم اس گھر کے ملازم ہو۔ اتنا بھی معلوم نہیں تمہیں۔

(شیریں دبے پاؤں دائیں دروازے کے قریب جا کر جھانکتا ہے۔ اور پھر بجلی کی طرح واپس لوٹ آتا ہے۔)

شیریں۔ (آہستہ آواز میں۔) پولیس

میمونہ۔ او خدایا!

(شیریں اشارے سے کہتا ہے میرے پیچھے آؤ۔ اور دونو بائیں جانب نکل جاتے ہیں۔

چند لمحے بعد تھانیدار بمعہ دو سپاہیوں کے دائیں جانب سے داخل ہوتا ہے۔ ان کے پیچھے پیچھے ملازم بھی سہما سہما داخل ہوتا ہے)

تھانیدار۔ اچھا ہم اُن کے آنے کا انتظار کرتے ہیں۔ (سپاہیوں سے) بیٹھ جاؤ۔

(تھانیدار اور سپاہی بیٹھ جاتے ہیں)

تھانیدار۔ گھر میں اور کون کون ہے۔؟

ملازم۔ حضور ایک خانساماں ہے۔ ایک مالی ہے۔ اور ایک چوکیدار ہے۔

تھانیدار۔ بیوقوف میں پوچھ رہا ہوں۔ کہ شفقت صاحب کے گھر سے کوئی لوگ ہیں۔

ملازم۔ جی نہیں حضور

تھانیدار۔ کیا؟ وہ گھر میں اکیلے رہتے ہیں؟

ملازم۔ جی ہاں حضور

تھانیدار۔ (چائے کے برتنوں کو جھانک کر) گھر میں کون آیا ہوا تھا؟

ملازم۔ کوئی نہیں حضور۔

تھانیدار۔ تو وہ اکیلے ہی چائے پی رہے تھے کیا؟

ملازم۔ جی ہاں حضور

تھانیدار۔ (ڈانٹ کر) ابے گدھے کی دُم۔ ہمیں بیوقوف بناتا ہے!
(اٹھ کر اُسے کان سے پکڑ کر دو پیالیاں دکھاتا ہے۔) یہ دوسری پیالی میں کس نے چائے پی ہے ابھی؟

ملازم۔ حضور معلوم نہیں۔

تھانیدار۔ (کان مروڑ کر) معلوم نہیں! بکتے ہو۔ ایک عورت اور تھی نا؟

ملازم۔ (درد سے کراہتے ہوئے۔) جی ہاں حضور

تھانیدار۔ (کان چھوڑ دیتا ہے۔) ہاں اب آیا ہے سیدھے راستے پر! اچھا اب بتا وہ کون تھی؟

ملازم۔ (ہکلاتے ہوئے۔) حضور ۔۔۔۔ خانساماں کی بیوی!

تھانیدار۔ کیا بکتا ہے۔؟

ملازم۔ (ہکلاتے ہوئے۔) حضور سچ بکتا ہوں۔

تھانیدار۔ خانساماں کی بیوی۔؟ خانساماں کی بیوی کا یہاں کیا کام؟

ملازم۔ حضور صاحب نے بُلوایا تھا۔!

تھانیدار (طنز سے) اپنے ساتھ چائے پلوانے کے لئے

ملازم۔ حضور وہ جوان سی ہے۔

تھانیدار (ذرا دلچسپی لے کر) پہلے بھی کبھی آئی ہے۔؟

ملازم۔ جی ہاں کبھی کبھی۔

تھانیدار۔ تمہارے صاحب کی شادی نہیں ہوئی؟

ملازم ۔ جی نہیں حضور ۔

تھانیدار (مونچھوں پر تاؤ دے کر سوچتے ہوئے ۔) ہوں ۔ آج وہ ریلوے سٹیشن پر نہیں گئے تھے ؟

ملازم ۔ جی گئے تھے حضور

تھانیدار ۔ (معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے) ساتھ کوئی لڑکی لائے ۔ ؟

ملازم ۔ جی نہیں حضور ——— بہت اداس آئے ۔

تھانیدار ۔ پھر ۔ ؟

ملازم ۔ آتے ہی بولا ۔ خانساماں کی بیوی کو بلاؤ ۔

تھانیدار ۔ (شک سے گھورتے ہوئے) تو اب خانساماں کی بیوی کہاں ہے ؟

ملازم ۔ حضور ان کے ساتھ ہی گئی ہے ۔

تھانیدار ۔ تو وہ اب واپس بھی آئیں گے ۔ یا رات کہیں باہر گذاریں گے ۔

ملازم ۔ حضور کیا معلوم ۔ ؟

تھانیدار ۔ (گرج کر) بولو نہیں تو ابھی ہڈیاں توڑ دوں گا ۔ !

ملازم ۔ (ہکلاتے ہوئے) حضور وہ کم ہی آتے ہیں۔

تھانیدار ۔ ہوں ۔ (سوچ کر مونچھوں پر تاؤ دیتا ہے۔) لیکن ان کی کار تو باہر کھڑی ہے ۔ اگر کہیں دُور جاتے تو کار تو ساتھ لے جاتے۔

(باہر کار سٹارٹ ہونے کی آواز آتی ہے۔)

تھانیدار ۔ (چونک کر) کار ۔ ؟

ملازم ۔ حضور ڈرائیور انجن دیکھ رہا ہوگا۔

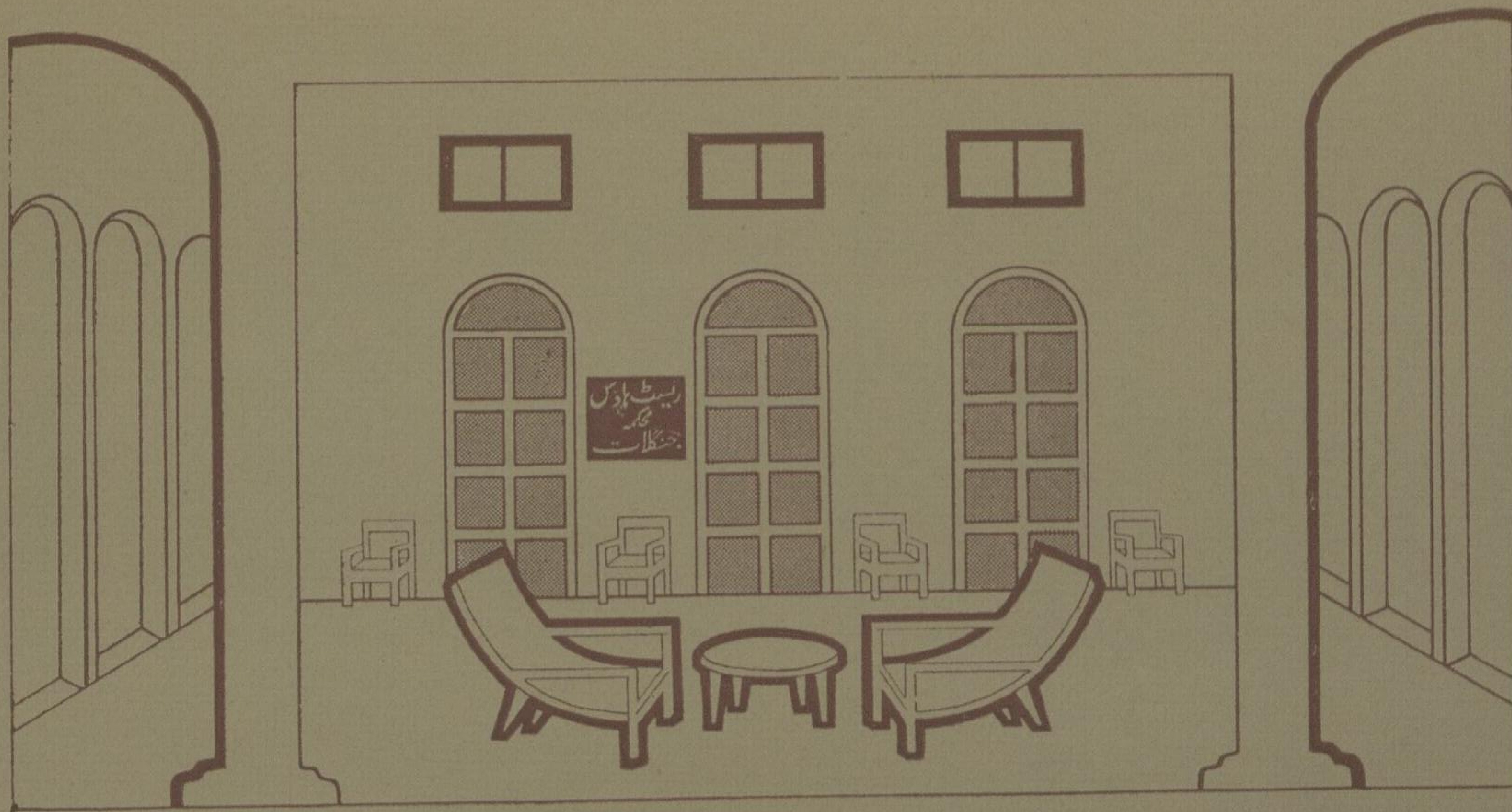
تھانیدار (ایک سپاہی سے) رحمت خاں ذرا اُٹھ کے دیکھنا تو کیا ہو رہا ہے۔

(سپاہی اُٹھ کر دائیں جانب بڑھتا ہے ۔ کار کی زناٹے سے نکل جانے کی آواز کمرے میں گونجتی ہے ۔)

تھانیدار (ایک دم) پکڑو ۔ پکڑو

(تھانیدار اور سپاہی بھاگ کر دائیں جانب سے نکل جاتے ہیں ۔ ملازم آنکھیں بند کئے خوش نظر آتا ہے ۔)

(پردہ گرتا ہے)


ریسٹ ہاؤس
محکمہ
جنگلات

دوسرا ایکٹ

(وقت: پچھلا پہر۔ ریسٹ ہاؤس کا برآمدہ۔ چند پرانی وضع کی آرام کرسیاں اور سامنے ایک چھوٹی سی میز ہے۔ پیچھے کمروں کے بند جالی دار دروازے نظر آ رہے ہیں۔ درمیانی دروازے پر ایک تختی پر لکھا ہوا ہے۔ "ریسٹ ہاؤس۔ محکمہ جنگلات" دائیں اور بائیں جانب برآمدہ کھلا ہے۔ میز پر ایک ٹرے میں چائے کے برتن ایک کپڑے سے ڈھکے رکھے ہیں۔ آرام کرسی پر میمونہ ماتھے پر بل ڈالے اضطراری کیفیت میں بیٹھی ہے۔ مٹھیاں بھینچے ہوئے

کرسی سے اُٹھتی ہے اور اِدھر اُدھر ٹہلتی ہے۔ پھر رُک کر آواز دیتی ہے۔ "چوکیدار" چوکیدار"۔ کوئی جواب نہیں ملتا۔ پھر ٹہلتی ہے۔ دائیں جانب سے شیریں پتلون قمیص پہنے کندھے پر تولیہ ڈالے کنگھی کرتا ہوا داخل ہوتا ہے۔)

شیریں۔ کیا بات ہے؟

میمونہ۔ (جس کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔) بات کیا ہے۔ چائے گھنٹے بھر سے رکھی ہے۔

شیریں۔ تو آپ پی لیجئے نا۔

میمونہ۔ یہ ہمارے ہاں کی تہذیب نہیں ہے۔

شیریں۔ آپ چائے بنایئے میں ابھی آیا۔ (پھر دائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔)

(میمونہ قدرے غصے سے چائے پر سے کپڑا ہٹاتی ہے۔ اور چائے بناتی ہے۔ شیریں کے لئے پیالی بنا کر میز کے دوسرے کونے پر رکھ دیتی ہے۔ اور اپنی پیالی اٹھا کر پیتی ہے۔ شیریں جواب کنگھی کر چکا ہے اور تولیہ چھوڑ آیا ہے۔ آکر کرسی پر بیٹھ جاتا ہے اور اپنی پیالی اٹھاتا ہے۔)

میمونہ۔ ایسا کب تک چلے گا؟

شیریں۔ میں سمجھا نہیں۔ آپ کا مطلب ہے کہ ہم ریسٹ ہاؤس میں کب تک پڑے رہیں گے؟

میمونہ۔ جی نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کب تک چمگادڑ کی طرح راتوں کو جاگیں گے اور دن کو سوئیں گے؟

شیریں۔ کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔

میمونہ۔ تو آپ چوکیدار سے کیوں نہیں کہتے کہ آپ کو دوسرا سونے کا کمرہ کھول دے۔

شیریں۔ میں نے سوچا تھا کہ اُس سے کہوں۔ لیکن وہ پہلے ہی شک کی نظر سے ہمیں دیکھتا ہے۔ پھر پوچھے گا کہ صاحب آپ اپنی بیگم کے ساتھ کیوں نہیں رہتے۔

میمونہ۔ (جھینپ کر) اُسے اِس سے کیا؟

شیریں۔ کل شام اُس نے مجھے ایک لمبی چوڑی کہانی سُنائی، کہ ایک جنٹلمین ایک لڑکی کو بھگا کر یہاں لے آئے تھے اور پھر کئی دن تک چوکیدار کی تھانے میں پیشی ہوتی رہی۔ اور یہ کہ وہ تو عام طور پر عورتوں کے لئے بنگلہ نہیں کھولتا

لیکن میں چونکہ اِدھر آتا رہا ہوں شکار کے لئے اس لئے وہ جانتا ہے کہ میں شریف آدمی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ویسے اسے شک ہے کہ میں رات کو کمرے میں نہیں سوتا کار میں جاکر سوتا ہوں۔

میمونہ وہ تو یہاں رات کو ہوتا نہیں اسے کیسے شک ہے۔؟

شیریں۔ کل صبح وہ گاؤں سے آیا تو میں کار میں سے نکل رہا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ بابو جی صبح صبح کار میں کہیں جایئے گا۔؟ لیکن اُس کی آواز میں شُبہ تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کچھ سمجھ گیا ہے۔ کہ رات میں نے کار میں گذاری ہے۔ میں نے ٹال دیا اور بظاہر وہ ٹل بھی گیا۔ لیکن کل شام پھر اس نے اپنی لمبی چوڑی داستان امیر حمزہ سنا ڈالی۔

میمونہ۔ میں اس لئے بھی پریشان ہوں کہ آپ کو خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے مصیبت میں گرفتار کیا۔

شیریں۔ میری زندگی یوں بھی اُکتاہٹ اور بیزاری میں گذر رہی تھی اب ذرا دلچسپ ہو گئی ہے۔

میمونہ۔ میں سوچتی ہوں کہ میں رات کو کار میں جاکر بیٹھ جایا کروں۔

اور آپ رات کو کمرے میں سو لیا کریں۔ پھر میں دن میں
آپ کی طرح سو لیا کروں گی۔

شیریں۔ آپ نے پہلے کبھی جنگل میں رات اکیلے گذاری ہے۔

میمونہ۔ گذاری تو نہیں۔ لیکن میں گذار سکتی ہوں۔

شیریں۔ یہ آپ کا خیال ہے۔ اس جنگل میں کئی درندے ہیں۔ دو مرتبہ
تو میں چیتے یہاں سے مار کر لے جا چکا ہوں۔ اور بھیڑیئے تو
میں نے اکثر دیکھے ہیں۔

میمونہ۔ آپ کی بندوق لے کر بیٹھ جاؤں گی۔

شیریں۔ آپ نے پہلے کبھی بندوق چلائی ہے؟

میمونہ۔ نہیں لیکن چلانا سیکھ سکتی ہوں۔

شیریں۔ (ہنس کر۔) اتفاق کی بات ہے کہ اکثر درندے نئے سیکھے
ہوئے آدمی کو خاص طور پر پہچانتے ہیں۔

میمونہ۔ (قطعیت سے) تو میں چوکیدار سے کہوں گی کہ آپ کے لئے
دوسرا کمرہ کھول دے۔

شیریں۔ ہماری خیریت اسی میں ہے کہ ہم چھپے ہوئے رہیں۔ کیونکہ اگر
یہاں سے نکال دیئے گئے تو پھر پکڑے جائیں گے۔ اس

سے بہتر جگہ ہمیں نہیں مل سکتی۔ یہ ہمارے گھر سے قریب بھی ہے ۔ صرف بیس میل۔ اور دُور بھی کیونکہ بڑی سڑک سے ہٹ کر ہے اور جنگل میں ہے۔

میمونہ۔ (پیالی رکھ دیتی ہے۔) میں نے سوچا تھا کہ مجھ میں بڑا صبر اور حوصلہ ہے لیکن اس جنگل نے میرا حوصلہ توڑ دیا ہے۔ سارا دن ایک عجیب طرح کی وحشت ناک خاموشی ہوتی ہے۔ درختوں میں ہوا کی سائیں سائیں اور رات کو درندوں کی آوازیں ایسے بھیانک طریقے سے کانوں میں آکر چبھتی ہیں کہ میں ہڑبڑا کر اُٹھ جاتی ہوں۔ اور پھر گھنٹوں نیند نہیں آتی۔

شیریں۔ اگر آپ کہیں تو ہم یہاں سے جا سکتے ہیں۔ لیکن میں کسی اور مناسب جگہ کو جانتا نہیں ہوں۔

میمونہ مجھے یوں اِس جگہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ شاید گھبراہٹ اور تنہائی نہ ہو تو یہ جنگل خوبصورت بھی لگ سکتا ہے۔

شیریں۔ ایمانداری کی بات یہ ہے۔ کہ مجھے تو یہ جنگل اچھا لگتا ہے میں نے اِس ریسٹ ہاؤس میں اکیلے ہفتہ بھر گذارا

ہے اور کبھی نہیں اُکتایا۔ صبح سویرے بندوق لے کر نکل جایا کرتا تھا۔ یہ بھی ایک عجیب دُنیا ہے۔

میمونہ۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے اعصاب کیوں خراب ہو رہے ہیں۔

شیریں۔ کیوں؟

میمونہ۔ صبح کا ناشتہ اکیلی کرتی ہوں۔ جمائیاں لیتی ہوئی برآمدے میں پھرتی ہوں۔ دوپہر کا کھانا اکیلی کھاتی ہوں۔ اور باہر کرسی پر بیٹھی رہتی ہوں۔ شام کو آپ سو کر اُٹھتے ہیں تو میں اتنی تھک چکی ہوتی ہوں کہ میرا کسی کا منہ نوچنے کو جی چاہتا ہے ـــــ اور آج پہلا دن ہے کہ آپ سے شام میں اِتنی بھی بات ہو گئی ہے ورنہ آپ اپنی دُنیا میں کھوئے رہتے ہیں۔ اور میں اپنی دُنیا میں۔

شیریں۔ (ہنس کر) معلوم ہوتا ہے کہ آج دونوں دنیائیں ٹکرا گئی ہیں۔ (پیالی رکھ دیتا ہے۔)

میمونہ۔ (اپنی دھن میں) رات کے خیال سے میرے دِل میں پھر ہول اُٹھ رہا ہے۔

شیریں۔ (موضوع بدل کر) معلوم نہیں بچارے ہاشم کا کیا

حال ہو گا۔؟

میمونہ ہم سے اچھا ہی ہو گا۔ انسانوں کی دنیا میں تو ہے۔

شیریں۔ آپ کے خیال میں انہوں نے ہاشم کو چھوڑ دیا ہو گا؟

میمونہ۔ کیا معلوم؟ میں بھی سبز قدم ہوں۔ پہلے اس پر مصیبت نازل کی اب اُنہ آپ پر۔

شیریں! جی نہیں۔ اصل میں شادی ہوتی ہی مصیبت ہے۔

میمونہ۔ کیا مطلب؟

شیریں۔ نہیں نہیں میں آپ کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا میں اپنے بارے میں سوچ رہا تھا۔

میمونہ۔ تو آپ نے اسی لئے شادی نہیں کی؟

شیریں: جی نہیں اِس خیال سے تو نہیں۔ دراصل کوئی کام کا رشتہ ملا نہیں ابھی تک۔

میمونہ۔ میرا خیال ہے کہ بات کچھ اور ہے۔ آپ شادی کے نام سے کچھ بلاوجہ بِدکتے ہیں۔

شیریں۔ (ذرا پریشان ہو کر۔) خیر ہٹائیے اِس قصے کو؟ آپ یہ بتائیے کہ آپ کا نکاح کس روز ہوا تھا۔؟

میمونہ۔ ہمارا نکاح نہیں ہوا۔

شیریں۔ (چونک کر کرسی سے اٹھتا ہے) کیا کہا۔ آپ کی شادی ہاشم سے نہیں ہوئی؟

میمونہ۔ (اطمینان سے) جی نہیں۔

شیریں۔ لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ آپ بیگم ہاشم ہیں۔

میمونہ۔ جی میں نے نہیں کہا تھا۔ آپ نے کہا تھا۔

شیریں۔ آپ نے یقیناً کہا تھا

میمونہ۔ میں نے کہا تھا کہ میرا نام میمونہ ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ کیا آپ بیگم ہاشم ہیں۔

شیریں۔ تو آپ نے جواب میں کہا تھا کہ ہاں آپ ہیں چنانچہ میری بات صحیح ہے۔

میمونہ۔ وہ موقعہ نہیں تھا اور وقت نہیں تھا کہ ساری باریکیاں آپ کو سمجھائی جائیں۔

شیریں۔ لیکن ہاشم کے تار میں تو لکھا تھا کہ آپ لوگ ہنی مون کے لئے آرہے ہیں۔ بغیر نکاح کے ہنی مون کیسے ہوسکتا

ہے؟

میمونہ۔ ہمارا ارادہ تھا کہ آپ کے ہاں پہنچ کر نکاح کیا جائے۔

شیریں۔ (ذرا پریشانی سے اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے۔) ہاشم ایسا نہیں تھا۔ معلوم نہیں اُسے کیا ہو گیا ہے۔

میمونہ۔ کیا مطلب؟

شیریں۔ یہ تو ساری بات کچھ الف لیلہ کا قصہ لگتا ہے۔ اس میں سے کوئی حرکت بھی میں ہاشم سے منسوب ہی نہیں کر پاتا۔

میمونہ۔ آپ ہاشم کو بطور ایک مرد کے جانتے تھے۔ میں ایک عورت کے طور پر جانتی ہوں۔

(شیریں کچھ کہنے کے لئے مُنہ کھولتا، پھر رک جاتا ہے — اور آکر آرام کُرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور بے یقینی سے سر ہلاتا ہے۔)

میمونہ۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ میں ہاشم کے قابل نہیں ہوں؟

شیریں۔ جی۔؟ (ذرا بوکھلا کر) دراصل میں آپ کو اچھی طرح نہیں جانتا۔

میمونہ۔ تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے ہاشم کے قابل

نہیں سمجھتے۔

شیریں۔ میں اِس میں رائے رکھنے یا نہ رکھنے کا حق ہی نہیں رکھتا۔

(بائیں جانب سے چوکیدار داخل ہوتا ہے۔ اور خاموشی سے چائے کے برتن سمیٹتا ہے۔ شیریں اور میمونہ چپ ہو جاتے ہیں۔ چوکیدار برتن اٹھا کر واپس بائیں جانب چلتا ہے۔)

چوکیدار۔ صاحب رات کا کھانا پکا کر رکھ دیا ہے۔ اب میں جا رہا ہوں گاؤں۔

شیریں۔ اچھا چوکیدار

(چوکیدار بائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے خاموشی رہتی ہے۔)

میمونہ۔ (اپنی کرسی پر آگے جھک کر) کیا آپ کو اپنی زندگی میں کسی سے محبت ہوئی ہے؟

شیریں۔ (کسمسا کر) یہ بڑا ذاتی سوال ہے۔

میمونہ۔ (اطمینان سے کرسی کی پشت سے ٹیک کر۔) تو یہ راز ہے؟

شیریں۔ یوں ہی سمجھ لیجئے۔

میمونہ۔ کیا یہ راز ایسا ہے جو آپ کے دوستوں کو بھی معلوم

نہیں ؟

شیریں۔ (پھر کسمسا کر) ہاشم کو معلوم ہے

میمونہ۔ (فاتحانہ) تو آپ نے کسی سے محبت کی ہے۔ ؟

شیریں (ذرا ہچکچا کر) یہ موضوع میرے لئے بڑا تکلیف دہ ہے۔

میمونہ ا۔ راس کے بعد اُس لڑکی کی شادی کسی اور سے ہو گئی۔ ؟

شیریں (آہستہ سے۔) جی ہاں

میمونہ۔ تو آج کل وہ لڑکی کہاں ہے ؟

شیریں۔ کوئی پانچ سال ہوئے وہ فوت ہو گئی ہے۔

میمونہ۔ اوہ !

(تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے)

میمونہ۔ تو اس لڑکی کو آپ سے محبت نہیں تھی ؟

شیریں۔ معلوم نہیں۔

میمونہ۔ معلوم نہیں کیا مطلب ؟

شیریں۔ مطلب یہی کہ میں نے اُس سے کبھی پوچھا نہیں۔

میمونہ۔ اُس لڑکی کو معلوم تھا کہ آپ اُسے چاہتے ہیں ؟

شیریں۔ معلوم نہیں۔

میمونہ۔ یعنی آپ نے اُس لڑکی پر یہ ظاہر ہی نہیں ہونے دیا۔؟

شیریں۔ میں اور وہ دونو کالج میں پڑھتے تھے۔ ہم دونو کالج کی ٹینس ٹیم میں تھے۔ مکسڈ ڈبل میں ہم نے کئی انعامات جیتے۔ وہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ لیکن کسی لڑکی سے کیسے کہا جائے۔ کہ مجھے آپ سے محبّت ہے۔ یہ تو مجھے لفنگوں والی بات لگتی ہے۔

میمونہ۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ کہیں کہ مجھے آپ سے محبت ہے محبت اور کئی طریقوں سے جتائی جا سکتی ہے۔

شیریں۔ مثلاً

میمونہ۔ مثلاً" اگر آپ ہر روز اُسے پھول دے دیا کرتے۔

شیریں۔ میں نے اُسے باغبانی میں دلچسپی لیتے کبھی نہیں دیکھا۔

میمونہ۔ لیکن جو پھول آپ دیتے اس میں اسے ضرور دلچسپی ہوتی۔

شیریں۔ (سوچتے ہوئے) بہت ممکن ہے۔ لیکن مجھے بتانے والا بھی تو کوئی نہیں تھا۔

میمونہ۔ آپ کہہ رہے تھے کہ ہاشم کو معلوم تھا۔
شیریں۔ لیکن اس معاملے میں وہ بھی کورا تھا۔
میمونہ۔ میرا تو نہیں خیال کہ وہ کورے ہیں۔
شیریں۔ مجھے تو اس نے کبھی کوئی مشورہ نہیں دیا۔ لیکن میں اسے مرد کے طور پر جانتا تھا۔ اور آپ عورت کے طور پر جانتی ہیں۔
میمونہ۔ (جھینپ کر) نہیں مجھے صحیح معلوم نہیں شاید کورے ہی ہوں۔
شیریں۔ ہمیشہ یہی کہا۔ محبت کرنا لغو بات ہے۔ (پھر جاری سے) ظاہر ہے کہ اب انہوں نے رائے بدل لی ہوگی۔
میمونہ (قدرے تلخی سے) اگر جیل میں ہیں تو رائے نہیں بدلی ہوگی۔
شیریں۔ (ہنس کر) اگرچہ اس زمانے میں مجھے ان کا مشورہ برا لگتا ہے۔ لیکن اب تو میں بھی قائل ہو گیا ہوں۔
میمونہ۔ یعنی محبت کرنا لغو بات ہے۔
شیریں۔ قطعی

میمونہ۔ (سنجیدگی سے) آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

شیریں۔ (چونک کر) جی؟

میمونہ۔ اگر آپ کو محبت اِتنی ہی لغو لگتی تو آپ ابھی تک اُس کی یاد میں کنوارے نہ بیٹھے رہتے۔

(شیریں میمونہ کی طرف تھوڑی دیر دیکھتا ہے اور پھر سر جھکا لیتا ہے۔ خاموشی چھا جاتی ہے۔)

میمونہ۔ اُس لڑکی کی شادی کس سے ہوئی؟

شیریں۔ ایک جنگلی سے

میمونہ۔ جنگلی سے؟

شیریں۔ ہم سب اسے جنگلی کہتے تھے۔ کیونکہ وہ جنگل کے محکمے میں ملازم تھا

میمونہ۔ (مسکرا کر) اچھا ــــــ کیا اس لڑکی کو جنگلی سے محبت تھی؟

شیریں۔ میرا خیال ہے بالکل نہیں۔

میمونہ۔ ماں باپ نے شادی کر دی۔

(شیریں اثبات میں سر ہلاتا ہے۔)

میمونہ۔ بیچاری لڑکی۔

(تھوڑی دیر کے لئے پھر خاموشی چھا جاتی ہے)

شیریں۔ اگر آپ کا کھانا کھانے کو جی چاہ رہا ہو تو لے آؤں۔؟

میمونہ۔ جی نہیں۔ بالکل نہیں۔

شیریں۔ رات ہو رہی ہے

میمونہ۔ کوئی بات نہیں —— آپ اُس لڑکی کے میاں سے ملے ہیں کبھی ؟

شیریں۔ جی ہاں کئی مرتبہ

میمونہ۔ تو آپ کو اُس سے مل کر کیا محسوس ہوتا ہے ؟

شیریں۔ نفرت۔ شدید نفرت

میمونہ۔ (ہنس کر۔) قدرتی بات ہے۔

شیریں۔ اور جب بھی کبھی ملاقات ہوتی رہی ہے۔ میرے شکار کا سارا پروگرام خراب ہوتا رہا ہے۔

میمونہ۔ (حیرت سے) شکار کا؟ —— یعنی آپ کی ملاقات یہاں اِس ریسٹ ہاؤس میں ہوتی رہی ہے ؟

شیریں۔ جی ہاں

میمونہ۔ اوہ! ہاں وہ جنگل کے محکمے میں ہے اور یہ ریسٹ ہاؤس اُنہیں کا ہے۔ (پھر یکایک) کیا آپ کے خیال میں وہ آج کل تو نہیں آ نکلے گا، ادھر کو؟

شیریں۔ کہہ نہیں سکتا۔ آ بھی سکتا ہے۔ کیوں؟

میمونہ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ اس سے کیا کہیں گے۔؟ یعنی یہ کہ ہم ایک دوسرے کے کیا لگتے ہیں؟

شیریں۔ (سوچتے ہوئے) یہ نہیں سوچا تھا

میمونہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ میری بہن ہے

شیریں۔ اسے معلوم ہے کہ میری کوئی بہن نہیں ہے۔

میمونہ۔ کوئی چچازاد بہن۔ پھوپھی زاد بہن وغیرہ

شیریں۔ (ہنس کر) کیا کوئی جوان چچازاد بہن یوں میرے ساتھ اکیلی ریسٹ ہاؤس میں آ جائے گی۔ جنگلی اتنا بھولا آدمی نہیں ہے۔

میمونہ۔ (شرمسار ہو کر) یہ تو خاصہ مسئلہ ہو گیا

شیریں۔ واقعی چوکیدار کی بات اور تھی۔ اور وہ تو رات دن نہیں رہے گا۔

میمونہ۔ تو ایک ہی حل ہے کہ اُس کے آتے ہی ہم چل دیں۔ اور یہ ظاہر کریں گویا صرف بنگلہ دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ اور اب واپس جا رہے ہیں۔

شیریں۔ اور چوکیدار جو اُسے بتا دے گا؟

میمونہ۔ ہم تو سامنے نہیں ہوں گے۔

شیریں۔ اچھا —— یوں ہی سہی۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دن کے وقت پہنچے۔

میمونہ۔ کیوں؟

(کار رُکنے کی آواز آتی ہے۔ اور کوئی دروازہ بند کرتا ہے)

میمونہ۔ (چونک کر) کون؟

شیریں۔ (اُٹھ کر جھانکتا ہے) جنگلی

میمونہ۔ اب کیا ہو گا؟

شیریں۔ اب تو رات ہو چکی ہے کہیں نہیں جا سکتے

میمونہ۔ لیکن جانا ضروری ہے۔

شیریں۔ راستہ بہت خراب ہے۔ گاڑی لڑھک جائے گی

میمونہ۔ تو چلئے جلدی سے اپنے کمرے میں چلتے ہیں

شیریں۔ رات ہو گئی ہے اور ہم دونوں کیسے اُس کمرے میں .....؟

(دائیں جانب دیکھتے ہوئے) یہ روشنی کون لا رہا ہے؟

وہ ہمیشہ اپنے ساتھ پیٹرومیکس بتّی لایا کرتا ہے۔ رات کو عموماً کاغذات وغیرہ دیکھتا ہے۔ اُس کے ساتھ اس کا بابو، اور اردلی بھی ہوتے ہیں۔

(دائیں جانب سے چوکیدار جلتی ہوئی پیٹرومیکس لیے داخل ہوتا ہے۔ اُس کے پیچھے ایک بھاری بھرکم آدمی چشمہ لگائے داخل ہوتا ہے۔ عمر کوئی چالیس برس کے قریب ہوگی۔ شکل معمولی لیکن آدمی ہشیار معلوم ہوتا ہے۔)

نووارد۔ السلام علیکم

شیریں۔ (اُٹھ کر) آئیے مرزا صاحب —— ان سے ملیئے۔ یہ ہماری بیگم ہیں۔

نووارد۔ واہ واہ۔ مبارک ہو۔ بھئی تم نے شادی کر لی چپکے چپکے سے واہ واہ۔ ماشاءاللہ۔ ماشاءاللہ۔ آداب عرض بیگم صاحب۔

میمونہ۔ آداب عرض۔

مرزا صاحب۔ کتنا اچھا ہوا کہ آپ لوگ بھی یہاں پر ہیں۔

بیگم شیریں۔ یہ ہمارے بہت پرانے کرم فرما ہیں۔

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا

بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

میمونہ۔ جی ہاں اِنہوں نے بتایا تھا

مرزا صاحب ۔ (چوکیدار سے) تم بتّی یہاں پر رکھ دو اور جاؤ ذرا کھانے وغیرہ کا بندوبست کرو۔ (چوکیدار بتّی رکھ کر چلا جاتا ہے۔) اچھا ہوا یہ راستے میں ہی مل گیا۔ گاؤں کو واپس جا رہا تھا۔ (پھر میمونہ سے) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غائبانہ تعارف تو ہے۔

میمونہ جی ہاں

مرزا صاحب (شیریں سے) تو کب ہوئی تمہاری شادی؟

شیریں تین چار مہینے ہو گئے

مرزا صاحب۔ اچھا بھئی مبارک ہو (آہ بھر کر) شادی بھی ایک نعمت ہے۔

شیریں آپ بہت دور سے آئے ہیں میرے خیال میں تھک

گئے ہوں گے۔

مرزا صاحب۔ بھئی ہم جنگلی بڑی سخت ہڈی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس سفر سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا۔

میمونہ۔ تو آپ کا قیام یہاں پر کتنے روز رہے گا؟

مرزا صاحب۔ ارادہ تو تھا کہ ایک رات ہی بسر کر کے آگے چلوں۔ لیکن اب آپ لوگ یہاں پر ہیں تو ظاہر ہے کہ رُکنا ہی پڑے گا۔

شیریں۔ آپ ہماری وجہ سے اپنا پروگرام خراب نہ کیجئے۔

مرزا صاحب۔ خراب! کیا کہہ رہے ہو شیریں بھائی۔ ہم جنگل کے مسافروں کو ایسے لوگ مل بیٹھنے کو کہاں ملتے ہیں۔

شیریں۔ دراصل ہم شکار کے لئے آئے تھے۔ وہ ملا نہیں۔ سوچ رہے تھے کہ کل صبح کہیں اور جا کر قسمت آزمائیں۔

مرزا صاحب۔ ارے صاحب اِس سے بہتر شکار کی جگہ اور کون سی ہوگی۔ میں خود کل صبح آپ لوگوں کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔ بیگم شیریں یہ علاقہ بے حد خوبصورت ہے۔ آپ نے تو دیکھا ہی ہوگا۔

میمونہ۔ جی ہاں۔

مرزا صاحب۔ میں تو یہاں کے چپّے چپّے سے واقف ہوں۔
صبح کے وقت جنگل میں جب پَو پھٹتی ہے اور روشنی
سرکنڈوں کے جال میں سے چھَن چھَن کر آتی ہے تو کیا
بتاؤں کتنا پیارا لگتا ہے۔ اور رات کو چکور جب چاند
کی طرف لپکتا ہے۔ تو اس کی آواز سُن کر جی مچل جاتا
ہے۔ (تاسف سے سر ہلا کر) پگلا!

(چوکیدار بائیں جانب سے داخل ہوتا ہے)

چوکیدار۔ حضور آ کر منہ ہاتھ دھو لیجیے۔

مرزا صاحب۔ اچھا! (اُٹھ کر شیریں سے) میں ابھی آیا؟

(چوکیدار کے پیچھے بائیں جانب سے نکل جاتا ہے)

میمونہ۔ (جس پر مرزا صاحب کی باتوں کا اثر ہو چکا ہے۔) یہ آپ کیسے
جنگلی تو دلچسپ آدمی نکلے۔

شیریں۔ (جو اپنی دُھن میں ہے) یہ چوکیدار کم بخت اُسے سب
بتلاوے گا۔

میمونہ۔ (گویا نیند سے بیدار ہو رہی ہے) تو؟ اب کیا ہو گا۔؟

شیریں۔ (سوچتے ہوئے) چوکیدار کا منہ بند رکھنے کو اسے رشوت دی جا سکتی ہے۔

میمونہ۔ آپ کے خیال میں وہ اس وقت بیٹھا بتا نہیں رہا ہو گا۔

شیریں۔ ہو سکتا ہے —— لیکن اور کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

میمونہ۔ میں سمجھتی ہوں کہ انہیں سارے واقعات سچ سچ بتا دیئے جائیں۔

شیریں۔ (چونک کر) یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔؟

میمونہ۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ وہ شکل سے ہمدرد قسم کا آدمی لگتا ہے۔

شیریں۔ (تلخی سے) ہمدرد۔ اس جیسا کمینہ آپ کو پورے پاکستان میں نہیں ملے گا۔

میمونہ۔ یہ تو بغض کی بات ہے۔

شیریں۔ (غصے سے کھڑا ہو جاتا ہے۔) کیا آپ اُس شخص کو مجھ سے بہتر جانتی ہیں؟

میمونہ نہیں۔ لیکن صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ کی رائے ذاتی وجوہ کی

بنا پر ناقص ہے۔

شیریں۔ (جواب غصے کو دبانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن پورے طور پر کامیاب نہیں ہے۔) اور آپ کو کیسے معلوم ہے کہ وہ نیک آدمی ہے۔

میمونہ۔ مجھے نیکی کا علم نہیں۔ میں نے تو کہا ہے کہ ہمدرد آدمی ہے؟

شیریں۔ اچھا چلئے۔ آپ کو کیسے معلوم ہے کہ وہ ہمدرد آدمی ہے؟

میمونہ۔ قیافہ شناسی

شیریں۔ ایسے کام کے لئے نہ آپ کی عمر پختہ ہے نہ تجربہ۔

میمونہ۔ (جسے اب خود بھی غصہ آنے لگا ہے) اگر یہ راز بتا دیا جائے، تو بدنامی میری ہوگی۔ آپ کی نہیں۔

شیریں۔ مجھ پر ایک ذمہ داری ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس کمینے کی مخبری پر آپ جیل میں نظر آئیں۔

میمونہ۔ (غصے سے اُٹھ کر) آپ بے حد ڈرپوک آدمی ہیں۔ آپ کو دوسرے انسانوں پر اعتماد کرنا چاہیئے۔

شیریں۔ (جس کا غصہ اب صاف ظاہر ہو رہا ہے) محترمہ آپ نے پہلے اپنی قیافہ شناسی مجھ پر آزمائی تھی۔ اور مجھے اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ میں اُس گھر میں بھی رہ سکوں۔ جس میں آپ

تشریف رکھتی ہوں۔ آپ کی دوسری قیافہ شناسی یہ ہے
کہ ایسے شخص کو جس کے بارے میں میں یقین سے کہہ سکتا
ہوں کہ نمبری چھٹا ہوا ہے۔ آپ سمجھتی ہیں کہ نہایت ہمدرد
انسان ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ......

میمونہ۔ (غصے سے بات کاٹ کر) آپ مہربانی فرما کر تقریر نہ فرمائیے۔

(شیریں کچھ کہنے کے لئے منہ کھولتا ہے۔ پھر چپ ہو جاتا ہے اور خاموشی سے پلٹ کر دائیں جانب نکل جاتا ہے۔ میمونہ کی آنکھوں میں آنسو ہیں لیکن وہ انہیں غصے سے جھٹک دیتی ہے اور الٹرا ماڈرٹ کرکرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔ چوکیدار ہاتھ میں ٹرے لئے داخل ہوتا ہے۔ جس میں کئی طرح کے پھل ہیں۔ پلیٹوں میں وہ پھل میز پر چن کر چلا جاتا ہے۔ مرزا صاحب گنگناتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔)

مرزا صاحب۔ معلوم نہیں کیوں جب بھی میں رات کو یہ بتی جلتی دیکھتا
ہوں تو مجھے علامہ اقبال کا یہ مصرعہ یاد آنے لگتا ہے

"پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن"

ہائیں شیریں صاحب کہاں گئے ؟

میمونہ۔ یہیں ہیں۔

مرزا صاحب۔ (اطمینان سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے) دیکھ لیجے ہم لوگ جنگل میں منگل کر لیتے ہیں۔ مجھے پھل کا بے حد شوق ہے۔ اپنے ساتھ ہمیشہ ایک ٹوکری بھر کر چلتا ہوں۔ بلکہ شروع میں جنگل کی نوکری ہی اس لئے کی تھی، کہ پھل دار درختوں کے جنگل لگایا کروں گا۔

میمونہ۔ پھر لگائے۔

مرزا صاحب۔ (ہنس کر) بہت مرتبہ تجویز کیا لیکن کسی نے نہیں سنا۔

میمونہ۔ واقعی؟

مرزا صاحب۔ (ہنس کر) جی نہیں یہ تو مذاق کر رہا تھا۔ وگرنہ پھلوں کے جنگل بھلا یوں لگائے جا سکتے ہیں —— (پلیٹوں کی طرف اشارہ کرتے) آپ شوق فرمائیے نا۔

میمونہ۔ جی نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔

مرزا صاحب۔ اسی لئے تو عرض کیا۔ پھل کھانے سے بھوک کھلتی ہے۔

میمونہ۔ (مجبوری سے چند دانے اٹھا کر منہ میں ڈالتی ہے۔) شکریہ۔

مرزا صاحب۔ اور آپ تو ماشاء اللہ جوان ہیں۔ بھوک نہ لگنا

کیا معنی؟ یہ شکایت تو ہم ایسے بڈھوں کو ہونی چاہیئے۔

میمونہ۔ آپ بڈھے نہیں ہیں

مرزا صاحب۔ شکریہ۔ عمر کی وجہ سے نہیں۔ عمر تو میری شاید شفقت صاحب جتنی ہی ہوگی۔ ہمارا تو دل بڈھا ہو گیا ہے۔

میمونہ۔ جی ہاں وہ شفقت صاحب بتا رہے تھے۔ کہ آپ کی بیوی فوت ہو چکی ہیں۔

مرزا صاحب۔ بظاہر ہنس کھیل کر اپنا جی خوش رکھتا ہوں۔ لیکن اندر ہی اندر کڑھتا رہتا ہوں۔

میمونہ۔ اللہ کی مرضی یہی تھی آپ کو صبر کرنا چاہیئے۔

مرزا صاحب۔ آپ نے ٹھیک کہا۔ اب سوائے صبر کے کوئی چارہ بھی نہیں۔ لیکن پھر بھی جب اُس کی محبت یاد آتی ہے تو بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں

میمونہ۔ تو انہیں آپ سے بے حد محبت تھی۔؟

مرزا صاحب۔ ارے صاحب اگر میں کبھی ایک دن کے لئے دورے پر چلا جاتا تھا تو روتی رہتی تھیں۔ اور اُس دن کھانا نہیں کھاتی تھیں۔

میمونہ ۔ واقعی

مرزا صاحب ۔ جی ۔ جب میں نے اُن کی حالت دیکھی تو اپنے
ساتھ دورے پر لے کر جایا کرتا تھا۔

میمونہ ۔ دوروں پر زندگی بڑی مشکل ہوتی ہو گی۔

مرزا صاحب ۔ جی ہاں ۔ اب دیکھ لیجیے نا کہ شہروں سے دُور پڑے
ہوئے ہیں۔ لیکن وہ اللہ کی بندی تھی کہ خوشی سے پھولی
نہیں سماتی تھی

میمونہ ۔ بڑی ہمت والی تھیں

مرزا صاحب ۔ ان کی ہمت تو آپ یہاں سے دیکھئے کہ اُن کے
جاننے والوں میں ایک خوش شکل اور امیر نوجوان اُن پر
بہت ڈورے ڈالتا رہا۔ لیکن اُنہوں نے مجھ غریب کو انتخاب
کیا۔ حالانکہ خود بڑے امیر ماں باپ کی بیٹی تھیں ......
ہائیں آپ پھل نہیں کھا رہی ہیں ۔ ؟

میمونہ ۔ جی نہیں شکریہ

مرزا صاحب ۔ نہیں صاحب یہ تو نہیں ہو گا ۔ آپ کو تو پھل
کھانا پڑے گا۔

میمونہ۔ ابھی کھانا آیا چاہتا ہے۔ اب تو کھانا کھائیں لے۔

مرزا صاحب۔ آپ کچھ تکلف فرما رہی ہیں
اسے ذوقِ تکلف ہیں بتے تکلیف سراسر

میمونہ۔ (ہنس کر) جی نہیں۔

مرزا صاحب۔ آپ کی ہنسی میں ایسا بھولپن اور ایسی دل کشی ہے کہ نہ جانے مجھے کیوں اپنی جوانی کے دن یاد آنے لگتے ہیں۔

میمونہ۔ آپ شاید شاعر ہیں۔

مرزا۔ یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ وگرنہ ہمارے تمام دوست احباب تو ہمیں جنگلی صاحب کہتے ہیں۔

میمونہ۔ واقعی آپ کے کام کا شعر و شاعری سے کیا واسطہ!

مرزا صاحب۔ کچھ بھی نہیں۔ یہ تو اپنا اپنا شوق ہے۔ مجھے حُسن۔ ادب۔ آرٹ۔ دنیا کی ہر خوبصورت چیز کو دیکھنے اور سمجھنے کا شوق ہے۔

میمونہ۔ ادب اور آرٹ سے مجھے بھی بے حد دلچسپی ہے

مرزا صاحب۔ وہ تو میں سمجھ گیا تھا۔

میمونہ۔ آپ کیسے سمجھ گئے تھے؟

مرزا صاحب ۔ آپ کی آنکھوں سے نظر آرہا ہے

میمونہ ۔ (شرما کر) اب اس پر غزل نہ کہہ ڈالئے گا ۔

مرزا صاحب ۔ اگر کہہ سکا تو شاید دیوان کہنے کی کوشش کروں گا

ایک غزل میں وہ بات کہاں سے آسکتی ہے ۔

میمونہ (موضوع بدل کر) شیریں صاحب کو بھی بُلوا لیا جائے ۔

مرزا صاحب ۔ ہاں ۔ ارے میں بھول ہی گیا ۔ واقعی اُنہیں بُلوانا چاہیئے ۔ آواز دیتا ہے ۔ چوکیدار ۔ چوکیدار ۔ (چوکیدار بائیں جانب سے داخل ہوتا ہے ۔) ذرا شیریں صاحب کو دیکھنا کہاں ہیں ؟

چوکیدار ۔ جی بہتر ۔

(دائیں جانب سے نکل جاتا ہے ۔)

مرزا صاحب ۔ کل صبح میں جنگل کی پیمائش کے لئے جا رہا ہوں ۔ آپ اور شیریں صاحب بھی چلئے ۔

میمونہ ۔ وہ آتے ہیں تو پروگرام بناتے ہیں

مرزا صاحب ۔ آپ ذرا شیریں صاحب کو اُن کے خول میں سے نکالئے ۔

میمونہ ۔ جی ہاں وہ کچھ کچھوے کی طرح اپنی گردن اندر رکھتے ہیں ۔

مرزا صاحب۔ (ہنس کر) واللہ کیا تشبیہ ہے۔

میمونہ۔ (فوراً) میں نے بُرے معنوں میں نہیں کہا میرا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اندر زیادہ غرق رہتے ہیں۔

مرزا صاحب۔ (فوراً سنجیدگی سے) قطعی۔ میرا مقصد بھی یہی تھا

میمونہ۔ وہ کچھ کسر نفسی کے قائل ہیں۔

مرزا صاحب۔ سچ پوچھئے تو زمانہ کسر نفسی کا نہیں ہے۔ زمانہ قربانی کا بھی نہیں ہے جو اپنے آرام کو دوسروں کے آرام پر قربان کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے۔

میمونہ۔ کسر نفسی اور چیز ہے اور قربانی اور چیز۔ بہت ممکن ہے کہ کسر نفسی میں گھاٹا ہو لیکن قربانی سے تو انسانی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

(شیریں دائیں جانب سے داخل ہوتا ہے لیکن مرزا صاحب نے اُسے نہیں دیکھا۔)

مرزا صاحب۔ جی ہاں بعض حالتوں میں قربانی نہایت اعلیٰ چیز ہوتی ہے۔ لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں مثلاً میاں بیوی کے اختلافات میں ایک دوسرے کے لئے قربانی پر آمادہ

ہو جانا۔ ازدواجی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔ مرد اور عورت دونو کو چاہیئے کہ اپنا حق طلب کریں۔ اور اگر میاں بیوی کا رشتہ نہیں ہے۔ (ذرا رُک کر اور لفظوں پر زور دے کر) اگر میاں بیوی کا رشتہ نہیں ہے محض دوستی کا رشتہ ہے تو یہ اور بھی ضروری ہے کہ دونو اپنی اپنی آزادی برقرار رکھیں۔

میمونہ (جس نے شیریں کو آتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔) آیئے۔ یہاں پر بڑی دلچسپ بحث ہو رہی ہے۔

شیریں (ذرا تلخی سے) مجھے اِس بحث سے دلچسپی نہیں۔

(مرزا صاحب کے چہرے پر ناخوشگوار اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ میمونہ یکایک سنجیدہ ہو جاتی ہے۔)

مرزا صاحب۔ (اپنی بشاشت واپس لانے کی کوشش میں) دراصل بات ہو رہی تھی کل کے پروگرام کی۔ بیگم شیریں —— جنہیں اگر آپ اجازت دیں تو میمونہ بیگم کہا جائے —— پڑے پڑے یقیناً اُکتا گئی ہوں گی۔ ہم سوچ رہے تھے

....

(شیریں کے چہرے پر غیظ و غضب کے بادل اُبھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔)

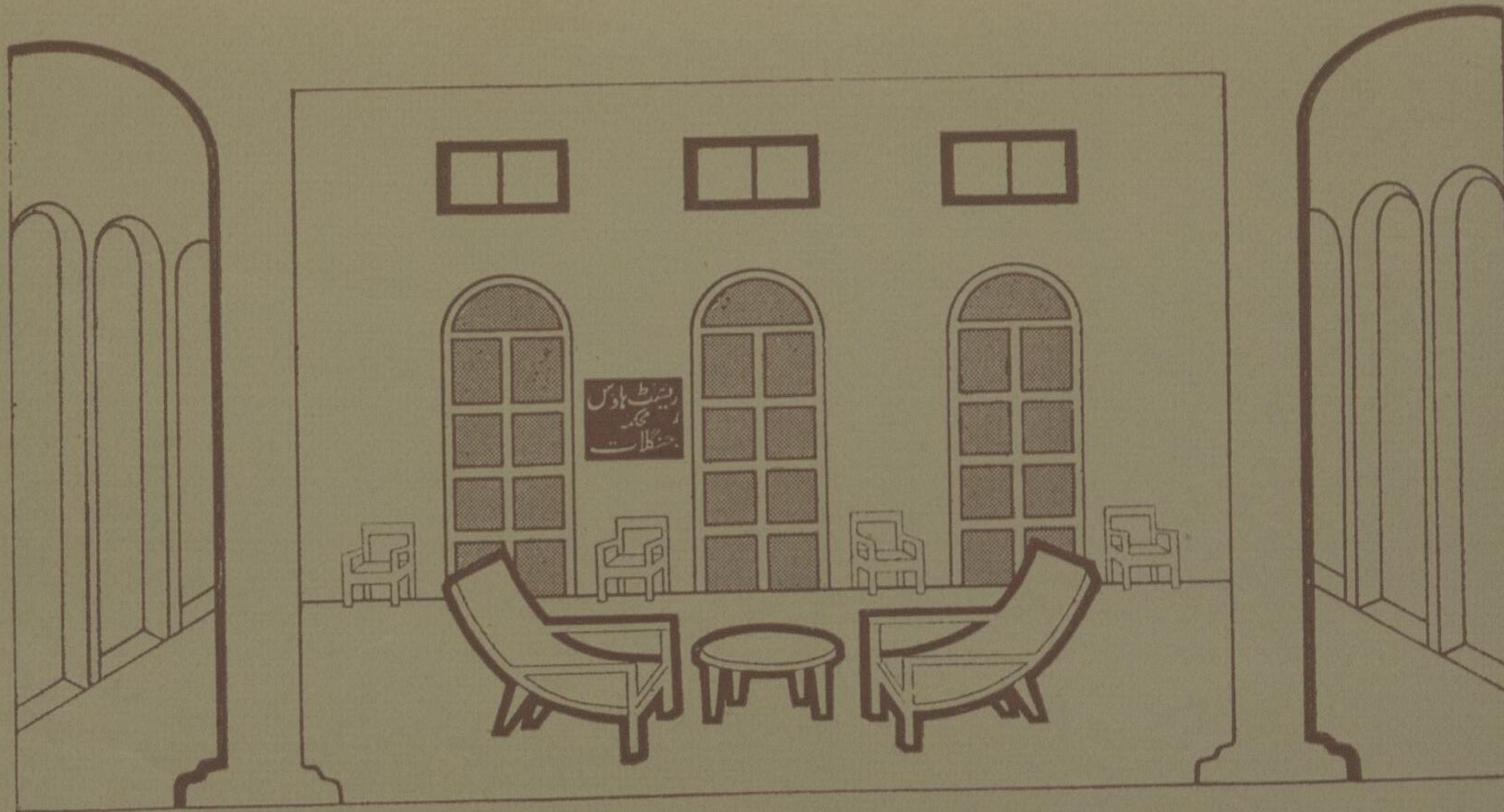
شیریں۔ آپ کو یہ میمونہ بیگم نام کس نے بتایا؟

(دائیں جانب سے چوکیدار داخل ہوتا ہے)

چوکیدار۔ حضور کھانا تیار ہے۔

مرزا صاحب۔ (بدستور اٹھتے ہوئے بشاش لہجے میں) بھئی بے حد بھوک لگ رہی ہے۔ چلیئے کھانے پر باتیں ہوں گی۔

پردہ گرتا ہے۔


ریسٹ ہاؤس
محکمہ
جنگلات

تیسرا ایکٹ

(وقت دوپہر۔ وہی ریسٹ ہاؤس کا برآمدہ۔ وہی آرام کرسیاں
اور میز۔ بائیں جانب شیریں چیں بجبیں ذرا اینٹھے ہوئے کھڑا ہے۔
دائیں جانب چوکیدار ہے۔)

شیریں۔ تو وہ لوگ کس وقت نکل کر گئے؟

چوکیدار۔ حضور ناشتہ کر کے نکلے تھے

شیریں۔ آٹھ نو بجے نکلے ہوں گے؟

چوکیدار۔ حضور میرے پاس تو گھڑی نہیں ہے۔

شیریں۔ (کلائی پر وقت دیکھ کر) اور اب ساڑھے بارہ ہوئے ہیں
ہوں۔ کون کون گیا ہے؟

چوکیدار۔ حضور مرزا صاحب تھے۔ بیگم صاحب تھیں۔ منشی تھا اور اردلی تھا۔

شیریں۔ (بے چینی سے ٹہل کر) کدھر کو گئے تھے؟

چوکیدار۔ حضور یہ پہاڑی سے نیچے جو راستہ جاتا ہے چشمے کی طرف اُس پر جا رہے تھے۔

شیریں۔ ہوں۔ کیا کہہ کر گئے تھے؟

چوکیدار۔ کہا تھا کھانے کے وقت آ جائیں گے۔

شیریں۔ تو کھانے کا وقت نہیں ہوا کیا؟

چوکیدار ہو گیا ہے حضور

شیریں۔ تو جا کر دیکھو وہ لوٹے کیوں نہیں؟

چوکیدار۔ حضور میں کہاں ڈھونڈتا پھروں گا اُن کو

شیریں۔ (غصے سے ایک دم پھٹ کر۔) جاؤ! اور ان کو دیکھو۔ جاؤ۔

چوکیدار۔ (سہم کر دائیں جانب پلٹتا ہے) جی بہتر۔

(لوگوں کے ہنسنے کی آوازیں آتی ہیں -)

چوکیدار- وہ آگئے حضور

شیریں- (دانت پیس کر) اچھا۔ تم اردلی اور منشی سے کہو باہر ہی ٹھہریں مجھے تمہارے صاحب سے کچھ باتیں کرنا ہیں -

چوکیدار-۔ جی بہتر- (دائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔)

(شیریں اپنے غصّے پر قابو پانے کے لئے اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے۔ اور پھر بڑی مشکل سے مُسکرانے کی کوشش کرتا ہے۔ مرزا صاحب اور میمونہ ہنستے ہوئے دائیں جانب سے داخل ہوتے ہیں۔)

میمونہ- (شیریں سے) آپ جاگ گئے۔ ؟

شیریں- (عام لہجے میں جواب دینے کی دلیرانہ کوشش کرتا ہے) جی ہاں-

میمونہ- افسوس آپ ہمارے ساتھ نہ جا سکے۔ بڑی پُرلطف جگہ ہے۔

شیریں- جی ہاں اگر سو نہ رہا ہوتا تو ضرور چلتا۔

میمونہ- مرزا صاحب تو اِس جنگل کے انسائیکلوپیڈیا ہیں-

مرزا- (ہنس کر) اجی میں جنگل کو نہیں بلکہ جنگل مجھے جانتا ہے - میر تقی میر کہہ گئے ہیں- "پتّہ پتّہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے"

دوسرا مصرعہ عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

میمونہ۔ (ذرا جھینپ کر) ہمیں دوسرا مصرعہ معلوم ہے۔

شیریں۔ (جس کا پارہ آہستہ آہستہ چڑھ رہا ہے۔) مجھے معلوم نہیں ہے

مرزا۔ آپ معلوم کر کے کریں گے بھی کیا۔ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے۔

شیریں۔ (غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے) مرزا صاحب مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ میری شرافت کو کمزوری سمجھ لیں گے۔

(شیریں کی آواز میں ایک چھپی ہوئی دھمکی ہے جو مرزا صاحب اور میمونہ دونوں کو چونکا دیتی ہے۔)

مرزا۔ (جو میمونہ کے سامنے اپنی ہیٹی برداشت نہیں کر سکتے۔) اس بات میں آپ کی شرافت کہاں سے اُلجھ گئی۔

شیریں۔ جب آپ بدتمیزی پر اُترنے لگے ہیں تو میں اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ آپ کے خیال میں میں کمزور بھی ہوں۔

مرزا۔ (طنزیہ) اجی نہیں ہمیں معلوم ہے آپ بے حد اچھے کھلاڑی ہیں۔

شیریں ۔ خیر اچھا ہے کہ آپ کو اس سلسلے میں غلط فہمی نہیں ہے۔ اب
آپ فرمائیے کہ وہ مصرعہ کیا ہے۔؟

مرزا ۔ (تنک کر) آپ دھمکی دے رہے ہیں۔

میمونہ ۔ شیریں کیا کر رہے ہیں آپ؟

شیریں ۔ (مرزا صاحب کو گھورتے ہوئے) انہوں نے شعر کے ذریعے کنایتہً
کچھ کہا ہے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ انہوں نے کیا کہا
ہے۔؟

مرزا ۔ (غصّے میں) میں آپ کو جواب دینے سے انکار کرتا ہوں۔

شیریں ۔ (پلٹ کر میمونہ سے) کیا مصرعہ تھا وہ ۔؟

میمونہ ۔ (جو گھبرا گئی ہے اور شیریں کو ٹھنڈا کرنا چاہتی ہے) وہ بہت عام شعر
ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔

شیریں ۔ (گھٹے ہوئے غصے اور اصرار سے) پھر بھی۔۔؟

میمونہ ۔ اوفو۔! بھئی آپ سُن کے ہی رہیں گے۔ اس میں کوئی ایسی
بات تو ہے نہیں۔ وہ یوں ہے کہ ؎

پتّہ پتّہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

شیریں ۔ (میمونہ کی طرف گھورتے ہوئے ۔) تو یہ شعر ہے ۔!

(شیریں اچانک ایک درندے کی طرح لپکتا ہے اور مرزا کے منہ پر ایک گھونسہ پورے زور سے رسید کرتا ہے ۔ مرزا صاحب کچھ اچانک حملے سے اور کچھ مکّے کے زور سے لڑھکتے ہوئے کئی گز پیچھے جا گرتے ہیں ۔)

میمونہ ۔ (فوراً آ کر شیریں کو پکڑ لیتی ہے ۔) ہائیں ۔ ہائیں ۔ کیا کر رہے ہیں ۔ دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ۔

شیریں ۔ (جس کا غصہ ایک دم کم ہو جاتا ہے ۔) میں انہیں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ شریف لڑکیوں سے مذاق کرنے کا نتیجہ کیا ہوا کرتا ہے

(مرزا صاحب ذرا چکرا کر زمین سے اُٹھتے ہیں ۔ کپڑے جھاڑتے ہیں اور کرسی کی پشت پکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں ۔)

مرزا ۔ ارے تم ۔؟ میں نے تمہارے ایسے بہت دیکھے ۔ تم اور تمہاری شرافت ! ہونہہ ! تم کیا سمجھتے ہو کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے اور اس لڑکی کے کیا تعلقات ہیں ۔؟

شیریں ۔ مرزا صاحب اگر آپ نے اس لڑکی کے بارے میں ایک اتنا سا لفظ بھی زبان سے نکالا ۔ اتنا سا لفظ ۔ تو آپ کی لاش یہاں

سے اُٹھے گی۔

مرزا۔ (آواز دے کر۔) چوکیدار۔ چوکیدار۔

(دائیں جانب سے چوکیدار بھاگتا ہوا داخل ہوتا ہے)

مرزا۔ (شیریں کی طرف اشارہ کر کے) چوکیدار نکالو اس کمینے کو اِس ریسٹ ہاؤس سے؟

چوکیدار۔ (تذبذب میں آگے بڑھتا ہے۔ پھر شیریں کی طرف دیکھ کر دو قدم پیچھے ہٹ جاتا ہے۔) جی میں اردلی کو بُلا کر لاتا ہوں۔ (جلدی سے دائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔)

شیریں (طنز سے ہنس کر) بس ہو گئی تیزی تمام۔

مرزا۔ ابھی دیکھتے ہیں کہ لاش کس کی نظر آتی ہے۔ تمہاری یا میری۔۔؟

شیریں۔ لاش تو آپ ہی کی نظر آئے گی۔۔!

میمونہ۔ (جواب حالات کی نزاکت سمجھ کر کانپ رہی ہے۔) خدا کے لئے مرزا صاحب اِنہیں کچھ نہ کہیئے۔

شیریں۔ (گرج کر) مت گڑ گڑاؤ جی۔ اگر کسی کی سلامتی کے لئے آپ کو گڑگڑانا ہے تو مرزا صاحب کی سلامتی کے لئے گڑگڑایئے۔

مرزا۔ ارے تم اِتنی بڑھ بڑھ کے باتیں بنا رہے ہو۔ ایک لڑکی تو تم سے سنبھالی نہیں جاتی۔

میمونہ ۔ مرزا صاحب آپ کا دماغ چل گیا ہے۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

مرزا صاحب۔ (حقارت سے۔) اری لونڈیا۔ یہ بتا کہ یہ تیرا میاں ہے۔؟

میمونہ۔ (تنک کر) نہیں! لیکن میرا منگیتر ہے!

مرزا صاحب۔ (زور سے قہقہہ لگا کر) واہ واہ۔ کیا کہنے منگیتر! گویا ہم کاٹھ کے اُلّو ہیں۔ (ہنس کر) منگیتر!

شیریں۔ مرزا صاحب میں بس آپ کی طرف دیکھ ہی رہا ہوں ایک غلط لفظ آپ کی زبان پر آیا۔ اور میں نے آپ کی زبان کاٹی

(جیب سے چاقو نکال کر کھولتا ہے۔)

(دائیں جانب سے چوکیدار اور اردلی ہاتھ میں لاٹھیاں لیئے داخل ہوتے ہیں۔ ان کے پیچھے منشی بھی گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے۔ میمونہ تیزی سے بائیں جانب سے نکل جاتی ہے۔)

مرزا صاحب۔ بس بھاگ گئی لونڈیا تمہاری۔؟

شیریں۔ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ (چوکیدار اور اردلی کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے۔) اور ان لوگوں کے درمیان۔ مردود

کی بات مردوں میں ہونی چاہیئے۔ عورتوں کے نام کو جو اس میں گھسیٹتا ہے وہ کمینہ شخص ہے۔

مرزا صاحب۔ کمینے تم ہو

شیریں۔ (مسکرا کر) آپ کی فوج آگے نہیں بڑھ رہی۔ (چاقو سونت کر) ہاں یہ میں بتائے دیتا ہوں جو قریب آیا یہ چاقو سیدھا اس کی گردن میں اُتر جائے گا۔

مرزا صاحب۔ (چوکیدار اور اردلی سے۔) ارے مارو۔ دیکھ کیا رہے ہو۔

(چوکیدار اور اردلی ایک قدم آگے بڑھتے ہیں۔ لیکن جب شیریں چاقو سونتے مسکراتا رہتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔)

چوکیدار۔ حضور اگر حکم دیں تو پولیس کو بُلا لاؤں۔؟

مرزا صاحب۔ (غصے میں اس سے ڈنڈا چھین کر) ابے ڈرپوک تمہیں چوکیدار کس نے لگا دیا۔ میں خود سمجھ لیتا ہوں اس سے۔ جاؤ نوکری سے برخاست۔

چوکیدار۔ (مرزا صاحب کا دامن پکڑ کر) حضور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔

مرزا صاحب۔ (اُسے دھکا دے کر گراتے ہوئے۔) ہٹو۔ چھوڑو مجھے

اُلّو ....

(بائیں جانب سے میمونہ بھاگتی ہوئی داخل ہوتی ہے۔ اُس کے ہاتھ میں دونالی بندوق ہے۔)

میمونہ۔ بس مرزا صاحب آپ آگے نہیں آئیے۔

(چوکیدار اردلی اور منشی بھاگ کر دائیں جانب سے نکل جاتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنی جگہ پہ رُک جاتے ہیں۔)

شیریں۔ میمونہ اس کی ضرورت نہیں۔

میمونہ۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ اتنا کمینہ شخص ہے۔

مرزا صاحب۔ میمونہ بیگم آپ اپنی پارسائی کا دعوےٰ اپنے تک ہی رکھتے۔ ہم نے ایسے بہت پاپڑ بیلے ہیں۔

میمونہ۔ جب مجھ سے شیریں نے کہا تھا تو مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔

مرزا صاحب۔ شیریں۔ شیریں۔ یہ بھی کوئی مرد ہے۔!

شیریں۔ (ہنس کر چاقو بند کر لیتا ہے اور جیب میں ڈال لیتا ہے۔) مرزا صاحب اگر آپ ایک زمانے میں ایک لڑکی مجھ سے چھین کر لے گئے تھے تو اس سے آپ کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ آپ ہمیشہ مجھ سے یہ بازی جیت لے جائیں گے۔

مرزا صاحب۔ چھین کر لے گیا۔ وہ تھی ہی تمہاری کب؟

شیریں۔ اور آپ اپنی آوارہ گردی اور عیاشی میں پڑے رہے اور وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہسپتال میں مر گئی۔

مرزا صاحب۔ تو تم نے شادی کر لی ہوتی۔

شیریں۔ اس وقت میں اُسے آپ سے بچا نہ سکا۔ اپنی کم ہمتی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ ہر دفعہ ایسا نہیں ہوگا۔

مرزا صاحب۔ خیر کوئی بات نہیں۔ ابھی پولیس آتی ہے۔ ابھی سب راز کھل جائے گا۔ منگیتر! ہونہہ! پھر میں دیکھوں گا کہ یہ لڑکی تمہارے پاس کیسے رہتی ہے۔

(بائیں جانب سے نکل جاتا ہے)

میمونہ۔ کمینہ۔ بدمعاش!

شیریں۔ (سوچتے ہوئے) بیٹھو میمونہ! (کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔)

میمونہ۔ (کرسی پر بیٹھتی ہے لیکن ابھی غصے سے اُبل رہی ہے۔) پولیس کو بلوا کر لائے گا بڑا آیا

شیریں۔ کچھ دیر تو آرام سے بیٹھیں ہم لوگ۔

(باہر موٹر چلنے کی آواز آتی ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ غائب،

ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے۔)

میمونہ۔ اگر وہ پولیس کو بلا کر لائیں تو کتنی دیر میں پہنچیں گے؟

شیریں۔ یوں تو شاید گھنٹے بھر میں پہنچیں گے۔ لیکن راستہ خراب ہے۔ انہیں دو گھنٹے لگ جائیں گے۔

میمونہ۔ تو ہمیں چلنا نہیں چاہیئے؟

شیریں۔ اگر ابھی چلدیئے تو وہ آتے ہوئے ہمیں دیکھ لیں گے۔ ایک ہی راستہ ہے، دور پہاڑی پر سے دو گاڑیاں آگے پیچھے جاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اُن کو بڑی سڑک تک نکل جانے دیا جائے۔ پھر چلیں گے۔

میمونہ۔ اُنوہ۔ کیسی مصیبت میں گھر گئے۔

شیریں۔ جی نہیں۔ بلکہ یوں کہیئے کہ مصیبت سے نکل گئے۔

میمونہ۔ کیسے؟

شیریں۔ اس جنگلی سے بچ گئے۔ وگرنہ اُس نے تو آپ کو کافی رام کر لیا تھا۔

میمونہ۔ (کھسیانے پن سے) مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ اِتنا بُرا آدمی ہے۔

شیریں۔ لیکن میں نے تو آپ سے کہا تھا۔

میمونہ۔ میں لوگوں کے بارے میں اپنی رائے خود قائم کرنا چاہتی ہوں۔

شیریں۔ اس میں تو خیر کوئی مضائقہ نہیں، لیکن آپ اپنی رائے بہت جلدی قائم کر لیتی ہیں۔

میمونہ۔ (شرمسار ہو کر) مَیں معافی چاہتی ہوں۔

شیریں۔ نہیں نہیں۔ میرا مطلب یہ نہ تھا۔ اصل میں غلطی میری بھی تھی۔ مجھے اِتنا الگ تھلگ نہیں رہنا چاہیئے تھا۔

میمونہ۔ میرا خیال ہے کہ آپ بہت حسّاس ہیں۔

شیریں۔ میرا خیال ہے کہ میں کم ہمّت ہوں۔

میمونہ۔ وجہ؟

شیریں۔ وجہ شاید اس کی یہ ہو کہ میری کوئی بہن یا بھابی یا ایسی کوئی رشتہ دار عورت نہیں ہے جس سے مجھے پتہ چلے کہ عورتیں کیا سوچتی ہیں اور کیا چاہتی ہیں۔ عورت سے بات کرتے ہوئے مجھ میں ایک خواہ مخواہ کی جھجک آجاتی ہے۔

میمونہ۔ اب تو یہ جھجک آہستہ آہستہ دُور ہو رہی ہے۔

شیریں۔ (ذرا بوکھلا کر) جی ہاں کم از کم ایک بھابی کا رشتہ تو سامنے نظر آرہا ہے۔

(میمونہ کی تیوری پر تھوڑی دیر کے لئے بل پڑ جاتے ہیں لیکن پھر فوراً گویا اُسے کوئی اور بات یاد آجاتی ہے۔)

میمونہ۔ دیکھئے میں یہ چاہتی ہوں کہ ہمارے درمیان کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔

شیریں۔ نہیں نہیں غلط فہمی کیسی ؟

میمونہ۔ میں نے آپ کو خواہ مخواہ تکلیف پہنچائی ہے۔

شیریں۔ جی نہیں۔ اصل میں قصور سارا اُس جنگلی کا ہے۔

میمونہ۔ میں دراصل بتانا یہ چاہ رہی ہوں کہ میں اس کے ساتھ دو روز سیر کے لئے کیوں جاتی رہی۔

شیریں۔ ایسی جوابدہی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو پورا پورا اختیار ہے کہ جو چاہیں کریں۔

میمونہ۔ لیکن میرا جانا آپ کو بُرا تو لگتا تھا نا ؟

شیریں۔ (رُک رُک کر) جی ہاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جی ہاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصل میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میمونہ۔ نہیں نہیں۔ آپ شرمائیے نہیں۔

شیریں۔ (ایک دم شرما کر) جی نہیں اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔

میمونہ۔ میں جان بوجھ کر آپ کو جلانے کے لئے یہ کرتی تھی۔

شیریں۔ (حیران ہوکر) کیوں۔؟ میں نے کیا بگاڑا تھا آپ کا؟

میمونہ۔ آپ کو اپنے خول سے نکالنے کے لئے۔

شیریں۔ لیکن کیوں؟ یہ ٹھیک ہے کہ میں دلچسپ گفتگو کرنے کا اہل نہیں اور مجھے شعر یاد ہیں نہ لطیفے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ نے تو اپنے ساتھ زیادتی کی۔ اُس جنگلی کو اتنی جرأت دلائی کہ وہ آپ سے چھیڑ خانی کر سکے۔

میمونہ۔ مجھے اِس کا خیال نہیں آیا تھا اُس وقت۔ اُس وقت صرف آپ کے خلاف غصہ تھا میرے دل میں۔

شیریں۔ اصل میں میں سمجھتا ہوں کہ آپ جس کو برداشت نہیں کر سکتیں وہ تنہائی اور بیگانگی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے آپ بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کو تیار ہو جاتی ہیں۔

میمونہ۔ (سر جھکا لیتی ہے) میں نہیں سمجھتی تھی کہ آپ کسی اور کو سمجھ سکیں گے۔ لیکن آپ نے یہ جو کچھ کہا۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے

جو دوسروں میں دلچسپی رکھتا ہو۔

شیریں۔ تو آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ مَیں دوسروں میں دلچسپی نہیں رکھتا۔

میمونہ۔ مجھے ——— مجھے یونہی خیال آگیا ———
دراصل میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ مجھے .... یعنی
میرے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کریں۔

شیریں۔ کیوں۔ میں کیوں غلط رائے قائم کرنے لگا بھلا۔؟

میمونہ۔ بہت ممکن ہے کہ آپ غلط رائے قائم نہ کریں۔ لیکن واقعات خود میرے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ میں ایک کنواری لڑکی زیور چُرا کر ایک ایسے شخص کے ساتھ بھاگ نکلی ہوں۔ جس کو مَیں صرف دس روز سے جانتی ہوں۔ پھر ایک قطعی طور پر اجنبی شخص کے ہاں آکر رہنے کے لئے تیار ہو گئی ہوں۔ اور پھر ایک اور اجنبی کے ساتھ جنگل میں دو روز سَیر کے لئے جاتی رہی۔ کوئی معاشرہ۔ کوئی عدالت اسے معصوم حرکتیں نہیں کہے گی۔ اور میں ایسی بے وقوف بھی نہیں ہوں کہ مجھے اِن حرکتوں کے لئے معاف کیا جا سکے۔ سب کچھ جانتے بوجھتے اور نتائج

سے باخبر ہوتے ہوئے کیا ہے۔

شیریں۔ نہیں نہیں آپ یہ کیا قصہ لے بیٹھیں۔

میمونہ۔ آپ مجھے خود اپنی صفائی پیش کرنے دیجئے۔ ٹوکیے نہیں۔

شیریں۔ میمونہ اس کی ضرورت نہیں۔

میمونہ۔ خود میرے ضمیر کے لئے اِن حالات کا پرکھنا ضروری ہے۔ کیا یہ سب معاشرے کے خلاف جرائم نہیں ہیں۔؟

شیریں۔ (بات کو ٹالتے ہوئے) نہیں نہیں۔

میمونہ۔ میری طرف دیکھئے۔

شیریں۔ (دزدیدہ دیکھ کر پھر نظریں موڑ لیتا ہے) مجھے آپ پریشان کرنا چاہ رہی ہیں۔

میمونہ (آہستہ سے مُسکرا کر) فی الحال میں اپنے آپ کو پریشان کر رہی ہوں۔ اور اُس وقت تک کرتی رہوں گی جب تک میں بَری نہیں ہو جاتی یا میرا جُرم ثابت نہیں ہو جاتا۔

(شیریں کچھ کہنا چاہتا ہے پھر نظریں جھکا کر اپنے جُوتوں کو دیکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُس کے اعصاب خراب ہو رہے ہیں۔)

میمونہ۔ میرے والد بے حد آزاد خیال ہیں......

شیریں۔ (ویسے ہی نیچے دیکھتے ہوئے) یہ تو ظاہر ہی ہے۔

میمونہ۔ (شیریں کی بات کی طرف دھیان نہیں دیتی) اور ہمارے ہاں لڑکیوں کو خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سکھایا جاتا ہے۔ اور میری خود مختاری کی وجہ کچھ یہ بھی ہے۔ کہ میں چھوٹی تھی جب میری والدہ فوت ہوگئیں اور ہمارے والد نے کبھی مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ کہاں جا رہی ہوں .....۔

شیریں۔ (نظریں اٹھا کر) اور آپ کہاں جایا کرتی تھیں۔؟

میمونہ۔ مَیں کہیں نہیں جایا کرتی تھی۔ لیکن میرا مطلب یہ ہے کہ ہمارے والد ہم سے بالکل بے خبر تھے۔ انہیں مجھ پر بھروسہ تھا کہ میں کوئی غلط حرکت نہیں کروں گی۔

شیریں۔ اُن کا بھروسہ کوئی ٹھیک ثابت نہیں ہوا۔

میمونہ۔ جی نہیں انکا بھروسہ بالکل ٹھیک ثابت ہوا۔ مجھے خود غلط اور صحیح میں تمیز کرنا آ گیا۔

شیریں۔ ہاں؟

میمونہ۔ (چمک کر) کیا مطلب؟

شیریں۔ کچھ نہیں۔

میمونہ۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ چوری کر کے گھر سے بھاگنا صحیح حرکت نہیں ہو سکتی۔

شیریں۔ میرے نزدیک تو نہیں ہے۔

میمونہ۔ میرے نزدیک بھی نہیں ہے۔

شیریں۔ پھر کیوں کی آپ نے یہ حرکت؟

میمونہ۔ آپ نے مرزا صاحب پر حملہ کیا تو کیا یہ صحیح حرکت تھی۔؟

شیریں۔ جی ہاں۔ بالکل۔ انہوں نے بدتمیزی کی تھی۔

میمونہ۔ چنانچہ اگر کسی غلط حرکت کرنے کی معقول وجہ ہو تو وہ حرکت غلط نہیں رہتی صحیح ہو جاتی ہے۔ یہی نتیجہ نکلا نا؟

شیریں۔ بالکل ٹھیک ہے۔

میمونہ۔ میرا بھی کہنا یہی ہے کہ حرکت بظاہر غلط ہے لیکن اس کے لئے میرے پاس معقول وجہ تھی۔

شیریں۔ کہ آپ کی سوتیلی ماں آپ کو ستاتی تھی۔ یہی نا۔؟

میمونہ۔ یہ ایک وجہ ہے۔

شیریں۔ اور دوسری یہ کہ وہ آپ کی امّی کے زیورات پر قبضہ کیے بیٹھی تھی۔

میمونہ۔ قطعی

شیریں۔ یہ دو نو وجہیں تو کافی پُرانی ہوں گی۔ یکا یک بھاگ اُٹھنے کا خیال تو کسی اور بات سے آیا ہو گا۔

میمونہ۔ جی ہاں وہ میری شادی ایک امیر آدمی سے کرنا چاہ رہی تھیں۔

شیریں۔ اور آپ کو امیر آدمی ناپسند ہیں۔!

میمونہ۔ بعض قسم کے

شیریں۔ وہ کس قسم کا تھا۔؟

میمونہ۔ اُس کی پہلے دو بیویاں تھیں۔

شیریں۔ اوہ۔

میمونہ۔ اِس کے علاوہ اُنہیں دنوں میں میری ہاشم صاحب سے ملاقات ہو گئی تھی۔

شیریں۔ تو یوں کہیئے کہ ساری بات یہ تھی۔

میمونہ۔ (بھویں سکیڑ کر) جی نہیں۔ ہاشم صاحب اچھے آدمی ہیں۔ لیکن کوئی ایسے بھی دلیپ کمار نہیں ہیں۔

شیریں۔ (کرسی پر آگے ہو کر) یہ آپ نے عجیب و غریب بات کہی ہے

میمونہ۔ (ٹالتے ہوئے) خیر یہ بات تو تذکرۃً ہو گئی۔ میں کہہ یہ رہی تھی
کہ ہمارے والد بڑی حد تک بلکہ مکمل طور پر ہماری دوسری
والدہ کے قبضے میں ہیں۔ اور یہ بات بھی ایسی نہ تھی کہ اُن سے
نہیں کہی جا سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے ہاشم سے بات کی۔
زیور لئے اور........

شیریں۔ جی نہیں بس یہیں ایک بات رہ گئی

میمونہ۔ کیا!

شیریں۔ آپ نے ہاشم سے بات کیسے پکّی کی؟

میمونہ۔ وہ ابّا کے پاس ان کی فیکٹری کی انشورنس کے لئے آیا کرتے
تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ ابّا گھر پر نہیں ہیں اور وہ ان کا انتظار
کر رہے ہیں تو مجھ سے باتیں ہونے لگتی تھیں۔ میں نے اُن
کی باتوں سے اندازہ لگا لیا کہ وہ بے حد شریف آدمی ہیں اور
مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔

شیریں۔ بڑا تیز نکلا میرا یار۔

میمونہ۔ جی ہاں لکھار خوش کافی ہشیار آدمی ہیں۔

شیریں۔ اور زیور کا ذکر کیسے آیا؟

میمونہ ۔ زیور کا ذکر ان سے نہیں ہوا۔ یہ تو میرا حق تھا۔ میری ماں کی نشانی تھی۔ یہ میں کیسے چھوڑ جاتی ؟

شیریں ۔ (سوچتے ہوئے) یعنی ہاشم کو معلوم نہیں تھا۔ کہ آپ کے پاس چوری کا زیور ہے۔

میمونہ ۔ چوری کا کیا مطلب ؟

شیریں ۔ اچھا چلئے زیور تھا۔ ؟

میمونہ ۔ جی نہیں۔

شیریں ۔ یہ آپ نے زیادتی کی۔ آپ کو کم از کم ہاشم کو یہ بتا دینا چاہئے تھا۔

میمونہ ۔ بتانے کی فرصت ہی کہاں تھی۔

شیریں ۔ تو آپ کا فیصلہ اپنے حق میں کیا ہے؟

میمونہ ۔ میرے جرم میں ابھی دو باتیں اور ہیں۔ ایک آپ کے ہاں پہنچنا اور دوسرا یہاں آ کر ٹھہرنا۔

شیریں ۔ خیر اس جرم میں تو میں بھی اتنا ہی شریک ہوں اس لئے آپ اپنے آپ کو بے شک بری کر لیجئے۔

میمونہ ۔ میں سب کچھ سوچ کر ہر جرم سے اپنے آپ کو بری کرتی ہوں

شیریں۔ چلئے آپ کا جی ہلکا ہو گیا۔ (کلائی پر وقت دیکھ کر) اب چلنے کی تیاری کیجئے۔ (اُٹھتا ہے)

میمونہ۔ (اُٹھتی ہے) اگر میری جگہ آپ ہوتے تو کیا آپ اپنے کو بری نہیں کرتے؟

شیریں۔ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

میمونہ۔ کیوں؟

شیریں۔ اگر میں لڑکی ہوتا اور میرے والدین کسی جگہ میری شادی کرنے لگتے تو میں کبھی مخالفت نہ کرتا۔

میمونہ۔ (ترش روئی سے) چونکہ آپ مرد ہیں اس لئے آسانی سے۔ نہایت آسانی سے یہ بات کہہ سکتے ہیں۔

شیریں۔ خیر۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ میں محض دس دن کی ملاقات پر کسی شخص سے شادی کرنے پر رضامند نہ ہوتا۔

میمونہ۔ (تلخی کو نگلنے کی کوشش کرتے ہوئے۔) خواہ آپ کے حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوتے؟

شیریں۔ خواہ میرے حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوتے۔

میمونہ اوہ۔ (اُس کی آنکھوں میں آنسو منڈلانے لگتے ہیں۔)

شیریں۔ بات یہ ہے کہ ہاشم تو اتفاق سے اچھا آدمی ہے۔ لیکن ایسے معاملوں میں دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ کوئی وقتی چیز نہیں۔ ساری عمر اس ایک غلطی سے غارت ہو سکتی ہے۔

میمونہ۔ اور جہاں پر وہ میری شادی کر رہے تھے وہاں پر غارت نہ ہوتی۔؟

شیریں۔ ہونے کو تو کسی طرح بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن انہوں نے جو فیصلہ کیا وہ بہت سے پہلو سوچ کر کیا ہو گا۔ اور آپ کا فیصلہ جذباتی اور کچّا ہو گا۔

(تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے جس میں میمونہ اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہے۔)

میمونہ۔ چونکہ اس سارے واقعے کا آپ سے کوئی تعلق نہیں اس لئے آپ اِس بے رحمی سے سوچ سکتے ہیں۔ اگر ہاشم کی جگہ آپ ہوتے۔ تو کیا آپ مجھے یہی مشورہ دیتے۔ جواب دے رہے ہیں؟

شیریں۔ قطعی۔

میمونہ۔ یہ اِس لئے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ ہاشم کو مجھ سے محبت ہے اس لئے اُس نے کبھی یوں نہیں سوچا۔ اگر آپ بھی مجھے چاہتے تو آپ بھی وُہی کرتے جو ہاشم نے کیا۔

شیریں۔ خیر یہ ساری بات تو مفروضے کی ہے۔ اِس بحث سے کیا حاصل؟ چلئے اب چلیں۔

میمونہ۔ (کرُسی پر بیٹھ جاتی ہے) میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔

شیریں۔ (قدرے حیرت سے) کیوں؟

میمونہ۔ (یکایک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے) آپ یہاں سے چلے جائیے۔

شیریں۔ (جس کی حیرت اب پریشانی میں بدلنے لگتی ہے۔) میں معافی چاہتا ہوں لیکن میرا مطلب ......

میمونہ۔ (روتے ہوئے) مجھے آپ کی صورت سے بھی نفرت ہے۔ آپ یہاں سے چلے جائیے۔

شیریں۔ لیکن ہم تو یوں ہی بحث کر رہے تھے۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ خدانخواستہ آپ بُری لڑکی ہیں۔

میمونہ۔ (آنسو روکنے کی ناکام کوشش کے بعد) نہیں آپ سوچتے ہیں کہ چونکہ میں ایک دفعہ گھر سے بھاگ نکلی ہوں اس لئے شاید پہلے بھی کتنی مرتبہ بھاگ چکی ہوں۔

شیریں۔ حاشا و کلّا میں نے ایسا نہیں سوچا۔

میمونہ۔ آپ تمام مردوں کی ذہنیت ہی ایسی ہے۔ اگر کوئی عورت آپ پر بھروسہ کرے تو آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آوارہ ہوگی۔ کوئی شریف لڑکی کسی مرد پر بھروسہ نہیں کرسکتی۔

شیریں۔ میمونہ میں نے اس خیال سے ....

میمونہ۔ چُپ رہئے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ جیسی تنگ ذہنیت کے آدمی کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔

شیریں۔ اچھا صاحب میں بُرا سہی۔ لیکن اس کا میرے ہمراہ چلنے سے کیا واسطہ؟

میمونہ۔ (آنسو تھم گئے ہیں اور اس کی جگہ غصہ آگیا ہے۔) آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی مدد کئے بغیر قدم بھی نہیں اٹھا سکتی؟

شیریں۔ جی نہیں میں یہ نہیں سوچتا۔ لیکن جنگلی محض آپ کی مخالفت میں نہیں گیا میری مخالفت میں بھی گیا ہے۔ اس لئے اکٹھے

رہنے میں دونو کا بھلا ہے ۔

میمونہ ۔ خدا کرے کہ آپ کا بھلا نہ ہو۔

شیریں ۔ دیکھئے وقت جا رہا ہے ۔ پھر ہم یہ راستہ عبور نہیں کر سکیں گے ۔
اگر وہ لوگ ایک مرتبہ سپاہیوں سمیت اس سڑک پر گھوم آئے
تو پھر ہم کہیں نہیں جا سکیں گے ۔

میمونہ ۔ (طنزاً) آپ کو تو وہ چھوڑ ہی دیں گے ۔ آپ کیوں پریشان
ہو رہے ہیں ؟

شیریں ۔ خدا کرے کہ مجھے پکڑ لیں اور آپ کو چھوڑ دیں ۔ آپ مجھ سے
یہ بدلہ تو نہ لیجئے کہ میں دوست کی امانت کی حفاظت بھی نہ
کر سکوں ۔

میمونہ ۔ امانت ؟ بہت خوب ! میں انسان نہیں ہوں ۔ ایک
گٹھڑی ہوں ۔

شیریں ۔ دیکھئے بہت دیر ہو رہی ہے ۔ زیادہ دیر رکنا خطرناک ہو گا
میں ہاشم کو کیا منہ دکھاؤں گا ؟

میمونہ ۔ میں ان شرائط پر آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی

شیریں ۔ کن شرائط پر !

میمونہ۔ یہی آپ کی آن کی خاطر اور آپ کے دوست کی آن کی خاطر اگر میں جاؤں گی تو یوں کہ آپ بحیثیت ایک انسان کے مجھے اس قابل سمجھتے ہیں کہ میری حفاظت کی جائے۔

شیرل۔ جی ہاں۔ میں آپ کی حفاظت بحیثیت ایک انسان کے کرنے کے لئے تیار ہوں۔

میمونہ۔ (کرسی سے اٹھتی ہے۔) یہ محض کج بحثی نہیں ہے۔ یہ محض دھمکی کی جیت نہیں ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ مجھے میری حیثیت سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ امانت کی حیثیت سے نہیں۔

شیرل۔ (کلائی کی طرف دیکھ کر) بہت دیر ہو گئی ہے۔ ہم یقیناً پکڑے جائیں گے۔ (بائیں جانب جاتے ہوئے) میں کار اسٹارٹ کرتا ہوں۔ آپ اپنے کپڑے نکال لیجئے۔ (بائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔)

(میمونہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی ہے۔ اداس ہو جاتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ جانے کے لئے مڑتی ہے)

میمونہ۔ میں بھی کتنی بے وقوف ہوں —— بھلا کیا فائدہ!

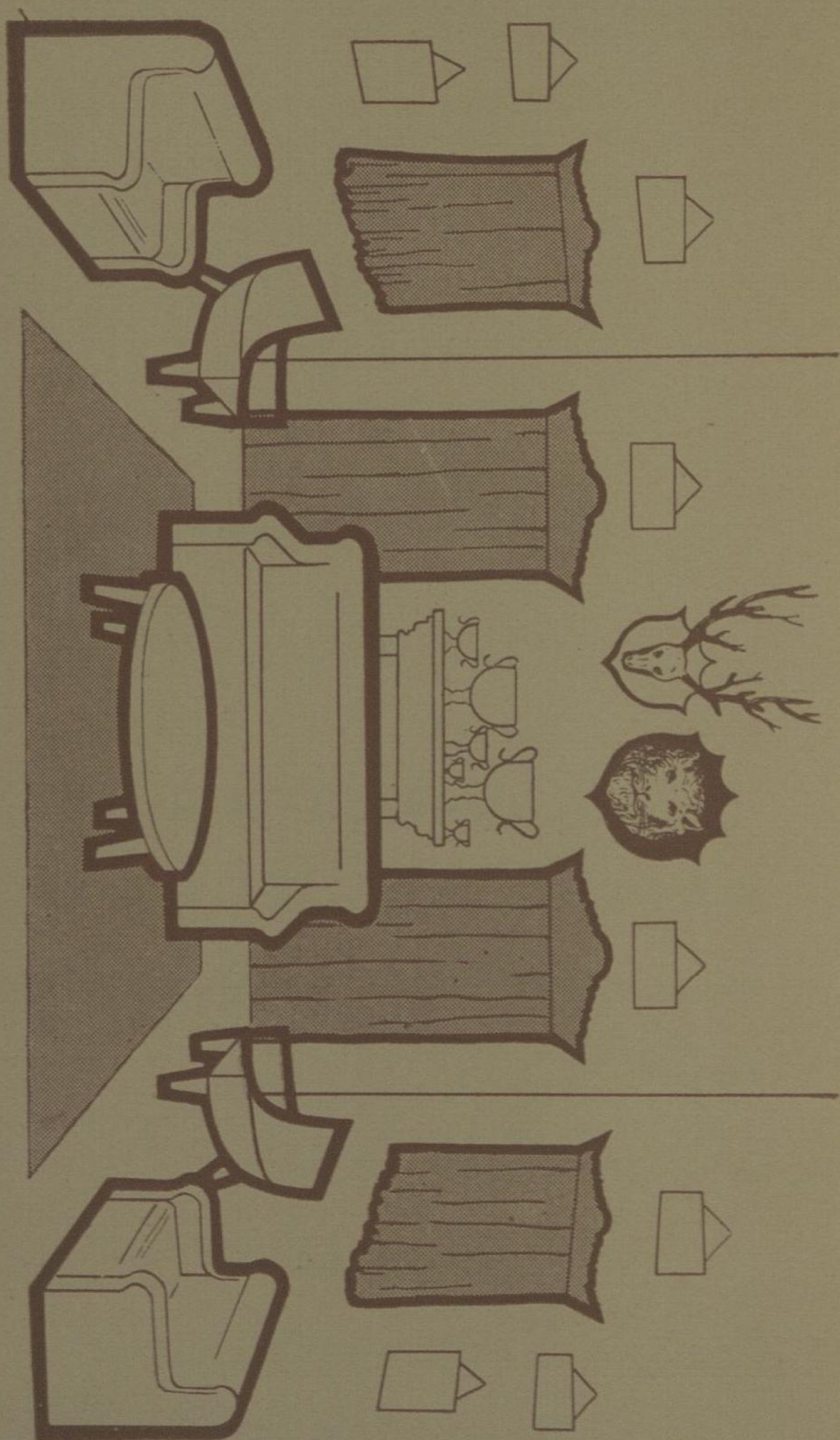
شیریں۔ (باہر سے آواز دیتا ہے۔) بیبی جی!

میمونہ۔ (چونک کر) کیا ہوا؟

(شیریں پریشان بائیں جانب سے داخل ہوتا ہے)

شیریں۔ وہ جاتے ہوئے پہیے پنکچر کر گئے۔

(پردہ گرتا ہے)



چوتھا ایکٹ

(وقت رات - پردہ جب اٹھتا ہے تو سٹیج پر تاریکی ہے - لیکن شیریں کے ڈرائنگ روم کا مدھم سا نقشہ دکھائی دے رہا ہے - باہر سے کوئی گھنٹی بجاتا ہے۔ پھر خاموشی ہو جاتی ہے۔ دوبارہ گھنٹی بجتی ہے -)

باہر سے ایک مردانہ آواز - کون ہے ؟

(خاموشی - پھر گھنٹی سنائی دیتی ہے -)

باہر سے وہی آواز - اچھا ـــــ اچھا

(بائیں جانب سے سٹیج پر ایک سایہ سا بڑھتا ہے۔ وہ دیوار کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اور یکایک پورا ڈرائنگ روم روشن ہو جاتا ہے۔ سٹیج پر قریباً تیس برس کا ایک دُبلا پتلا لمبا سا نوجوان کھڑا ہے۔ اُس نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا ہے۔ ایک ہاتھ میں ڈرسنگ گاؤن ہے۔ اس کی آنکھوں میں نیند بھری ہوئی ہے۔ روشنی ہو جانے پر وہ آنکھیں جھپکتا ہے۔ اور جمائی لیتے ہوئے ڈرسنگ گاؤن پہنتا ہے۔ وہ دائیں جانب بڑھتا ہے۔ اُس کے کندھے ذرا جھکے ہوئے ہیں۔ اُس کے چہرے کے نقوش اگرچہ اچھے ہیں لیکن اُن میں کوئی شگفتگی نہیں ہے۔ دائیں جانب دروازے کے قریب رُک جاتا ہے۔)

نوجوان۔ کون ہے؟

باہر سے آواز۔ میں ہوں شیریں۔!

(فوراً بڑھ کر دروازہ کھولتا ہے۔ شیریں داخل ہوتا ہے۔ اُس کے بال اُلجھے ہوئے ہیں۔ داڑھی بڑھی ہوئی ہے۔ اور کپڑوں پر جگہ جگہ مٹی جمی ہوئی ہے۔)

نوجوان۔ شیریں۔۔ یہ کیا۔؟

شیریں۔ (خوشی سے اُچھل کر۔) ہاشم!

(دونو گلے ملتے ہیں۔)

ہاشم۔ لیکن تم تھے کہاں، اور یہ ہوا کیا؟

شیریں۔ ابھی بتاتا ہوں۔ ذرا میمونہ کو بُلا لاؤں۔

ہاشم۔ (پیشانی پر بل ڈالے) تو میمونہ بھی تمہارے ساتھ ہے؟

شیریں۔ ہاں وہ باہر جھاڑی کے پاس چھپی ہوئی ہے۔ (یہ کہتے ہوئے وہ دائیں جانب سے پھر باہر نکل جاتا ہے)

(ہاشم کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار اُبھرتے ہیں۔ وہ اپنی ٹھوڑی پکڑے بائیں جانب آ کر رُک جاتا ہے اور پھر دونو ہاتھ گاؤن کی جیب میں ڈال کر گویا حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ جاتا ہے ــــ دائیں جانب سے شیریں میمونہ کا سوٹ کیس اٹھائے داخل ہوتا ہے۔ اُس کے پیچھے میمونہ ہے۔ اُس کے بھی بال اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور کپڑوں پر مٹی لگی ہوئی ہے۔)

ہاشم۔ (خوشی اور تشویش کے مِلے جُلے جذبات لئے) میمونہ۔

میمونہ۔ (سنجیدگی سے) آداب عرض۔

ہاشم۔ میمونہ کیا ہوا؟

میمونہ۔ ابھی بات کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ (شیریں سے) یہاں کہیں مُنہ ہاتھ دھونے کا انتظام ہے۔

(بائیں جانب سے شیریں کا ملازم سر پر پٹی باندھے داخل ہوتا ہے۔ وہ بھی ابھی ابھی نیند سے اُٹھا ہے۔ اور آنکھیں ملتا ہوا آرہا ہے۔)

ملازم۔ آپ آگئے صاحب!

شیریں۔ تمہیں کیا ہوا؟

ملازم۔ آپ کے جانے کے بعد سرکار تھانیدار نے مجھے پکڑ کر مارا۔ (ماتھے کی طرف اشارہ کر کے) ذرا یہاں چوٹ زیادہ آگئی — (یکایک شیریں اور میمونہ کی حالت دیکھ کر) کیوں صاحب آپ کو بھی مارا ہے پولیس نے؟

شیریں۔ دیکھو یہ سوٹ کیس اٹھا کر لے جاؤ اور بیگم صاحب کو نہانے کا کمرہ بتاؤ۔؟

ملازم۔ (میمونہ سے۔) آئیے سرکار۔ (سوٹ کیس اُٹھا لیتا ہے۔)

(آگے آگے ملازم اور پیچھے پیچھے میمونہ بائیں جانب سے نکل جاتے ہیں۔ ہاشم کے چہرے سے خوشی اب غائب ہو چکی ہے اور محض

تشویش رہ گئی ہے۔)

ہاشم۔ تم لوگ کہاں سے آرہے ہو اِس وقت۔؟ (کلائی کی طرف دیکھ کر) رات کا ایک بج رہا ہے۔

شیریں۔ جنگل سے!

ہاشم۔ یہ تو تمہاری شکل سے نظر آہی رہا ہے۔ لیکن تم جنگل سے کیسے آرہے ہو؟

شیریں۔ یہ تم میمونہ سے سُننا۔ مجھے تو اِس وقت بھوک لگ رہی ہے۔

ہاشم۔ بھوک۔؟ تم نے کھانا نہیں کھایا؟

شیریں۔ دو روز سے کچے بیر اور چشمے کا پانی یہی ملا ہے۔ اس وقت گھر میں کھانا ہوگا؟

ہاشم۔ مجھے معلوم نہیں کہ شام کو جو پکا تھا اس میں سے کچھ بچا رکھا ہے یا نہیں۔

شیریں۔ (آواز دے کر) نورے!

ہاشم۔ پولیس یہاں پر دو تین مرتبہ آچکی ہے۔

شیریں۔ کِس کے پیچھے؟ میرے پیچھے یا تمہارے پیچھے؟

ہاشم۔ تمہارے پیچھے۔ میں پولیس سے دامن چھڑا آیا ہوں۔

شیریں۔ کیسے؟

ہاشم۔ ضمانت پر رہا ہو گیا تھا۔

شیریں۔ (قدرے حیرت سے۔) اچھا (پھر ایک دم خوشی سے) یار تمہارے چھوٹ آنے کی مجھے اتنی خوشی ہے۔ کہ اپنے بچ نکلنے کی خوشی کوئی چیز ہی نہیں۔

ہاشم۔ لیکن یہ تمہارا قصہ کیا ہے آخر۔ پہلی مرتبہ جب پولیس آئی، تو ان کے ساتھ جنگلات کا ایک افسر بھی تھا۔

شیریں۔ (چونک کر) اچھا! وہ بھی آیا تھا — وہی تو ہے جو ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔

ہاشم۔ (ذرا جھنجلا کر) بھئی بولو گے بھی یا یوں ہی پہیلیاں بجھواتے رہو گے۔

شیریں اُس نے میمونہ سے مذاق کرنے کی کوشش کی۔ میں نے اُٹھا کے پٹخ دیا۔ پھر بات بڑھ گئی۔ وہ پولیس کے پیچھے گیا اور، ہم وہاں سے بھاگے۔

ہاشم۔ تو تمہاری کار کہاں ہے؟

شیریں۔ جنگل میں کھڑی ہوگی۔ اُس سالے نے پہیئے پنکچر کر ڈالے۔

(بائیں جانب سے ملازم داخل ہوتا ہے)

ملازم۔ آپ نے آواز دی تھی سرکار۔

شیریں۔ ہاں۔ یہ بتاؤ۔ گھر میں کھانا ہے کچھ؟

ملازم۔ کھانا تو نہیں ہے سرکار۔ بات یہ ہے کہ جو کچھ بچ جاتا ہے وہ خانساماں اپنے گھر لے جاتا ہے۔ اس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے......

شیریں۔ (فوراً ٹوک کر) اچھا۔ اچھا۔ تو مطلب یہ ہے کہ کھانا نہیں ہے ـــ صبح ناشتے کے لئے کچھ منگوا کر رکھا ہے کیا۔؟

ملازم۔ فریج میں کچھ دودھ اور مکھن رکھا ہے۔ اگر کہیئے تو وہ لے آؤں؟

شیریں۔ (سوچتے ہوئے) سنو۔ ایک بسکٹوں کا ڈبہ بھی تو رکھا تھا سائڈ بورڈ میں۔

ملازم۔ وہیں رکھا ہوا ہوگا سرکار

شیریں۔ تو تم ایسا کرو۔ کہ جگ میں دودھ۔ دو گلاس۔ مکھن اور بسکٹ لے آؤ ـــــــ ڈبل روٹی اور انڈا نہیں ہے؟

ملازم۔ نہیں۔ وہ تو آپ کو معلوم ہے سرکار ہر روز صبح آکر دے جاتا

ہے آدمی۔ دُودھ اور مکھن بھی نہیں ہوتا سرکار اگر خانساماں کی نظر پڑ جاتی۔ وہ تو میں نے بچا کے رکھ لیا تھا۔ ہاشم صاحب تو ناشتے پر چائے پیتے ہیں دُودھ بہت کم لگتا ہے اس لئے بچا رکھا ہے۔ خانساماں تو سرکار ......

شیریں۔ (ٹوک کر) ٹھیک ہے۔ تو تمہیں جو کہہ دیا ہے دُہ لاؤ۔

ملازم۔ (بائیں جانب جانے کے لئے مڑتا ہے پھر یکا یک رُک کر۔) آپ مُنہ ہاتھ نہیں دھوئیے گا سرکار؟

شیریں۔ (منہ پر ہاتھ پھیر کر اور پیشانی سے بال ہٹا کر۔) ہاں — دھوئیں گے۔ ذرا بیگم صاحب آجائیں تو۔

ملازم۔ (بائیں جانب جاتے ہوئے) میں چُولھا جلا کر پانی گرم کرتا ہوں

(بائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔)

شیریں۔ (ہاشم سے) اچھا یہ بتاؤ کہ تم پر مقدمہ چلے گا کیا؟

ہاشم۔ (بیٹھتے ہوئے) ضروری نہیں۔

شیریں۔ خوب! یار ایسے لوگ تو ہمیں بھی کہیں سے ڈھونڈ دو۔ کہ بیٹی بھی گئی اور زیور بھی گیا۔ اور انہوں نے بس اتنا کہا۔ کہ

اچھا میاں اللہ مبارک کرے۔

ہاشم۔ جی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کیا چاہیئے تھا

شیریں۔ تو؟

ہاشم۔ اُنہوں نے کہا ہے کہ ہم مقدمہ واپس لے لیں گے اگر بیٹی اور زیور

دونوں ہم کو واپس لا کر دیئے جائیں گے

شیریں۔ (ذرا حیرت سے) کیا مطلب؟ یعنی تمہیں یہ شرطیں منظور ہیں۔؟

ہاشم۔ (ذرا تامل سے) نہیں ——— لیکن میں نے یہ سوچا ہے۔ کہ

شادی تو میں میمونہ سے کر ہی سکتا ہوں۔ عدالت کے ذریعے

بھی۔ اصل میں قابلِ گرفت بات تو زیور کی ہے۔

شیریں۔ لیکن میمونہ کا کہنا ہے کہ یہ زیور اُس کا ہے۔

ہاشم۔ ہو سکتا ہے لیکن ہم ثابت تو نہیں کر سکتے۔

شیریں۔ تو پھر کیا تم زیور واپس کر دو گے؟

ہاشم۔ فی الحال تو میمونہ اور زیور دونوں کو واپس کرنا پڑے گا۔ بعد میں

شادی کی بات الگ بھی طے ہو سکتی ہے۔

شیریں۔ (تشویش سے) لیکن تمہیں تو معلوم ہے کہ وہ میمونہ کی شادی

کسی اور جگہ کر رہے ہیں۔

ہاشم۔ میمونہ بچہ نہیں ہے۔ اُس کی شادی اُس کی مرضی کے خلاف
کیسے کی جا سکتی ہے

شیریں۔ لیکن تم یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا میمونہ تمہارے اس فیصلے پر
رضامند ہو جائے گی؟

ہاشم۔ اس کے علاوہ اور چارہ ہی کیا ہے

شیریں۔ کیوں؟ تم ان سے کہو کہ میں میمونہ سے شادی کر چکا ہوں۔

ہاشم۔ لیکن میں نے تو شادی نہیں کی۔

شیریں۔ تو کر لو۔ اور اس کے بعد کہہ دو کہ شادی ہو چکی ہے۔

ہاشم۔ اور زیور!

شیریں۔ تم اُن سے کہو کہ ہاں وہ میمونہ کے پاس رکھا ہے، مقدمہ
کر کے لے لیں۔

ہاشم۔ تو تمہارا مطلب ہے کہ میں لڑائی جھگڑے میں پڑ جاؤں۔

شیریں۔ تو بھائی جب تم ایک لڑکی کے ساتھ بھاگے تھے یہ اُس وقت
سوچنا چاہیے تھا۔ ایسے معاملوں میں جھگڑا تو ہوتا ہی ہے

ہاشم۔ لیکن اُس وقت مجھے زیور کا علم نہیں تھا۔ اور میں نے سوچا تھا
کہ شادی جب ہو چکی ہو گی تو اُس کے ماں باپ خاموش

ہو رہیں گے۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ میں مرضی سے شادی کا قائل ہوں۔ تمہاری طرح تنگ نظر نہیں ہوں۔

شیریں۔ میں تنگ نظر تو بے شک ہوں لیکن ایسے معاملوں میں ہتھیار ڈال دینے کا قائل نہیں ہوں۔

ہاشم۔ ارے میاں ہٹاؤ! اب ہمارے سامنے تو ایسی باتیں نہ بناؤ۔

شیریں۔ ایک مرتبہ ایک لڑکی کے سلسلے میں پسپا ہو گیا تھا، کیونکہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اُس لڑکی کے دل میں کیا ہے۔ واللہ اگر وہ ابرو کے اشارے سے ایک مرتبہ بھی مجھے اپنی طرف بُلا لیتی تو ایک کیا لاکھ انسان بھی اُسے نہیں چھین سکتے تھے مُجھ سے۔

ہاشم۔ تم ہمیشہ سے جذباتی آدمی رہے ہو۔ زمین کی باتیں کرو۔ آسمان کی اُڑان چھوڑو۔

شیریں۔ یہ اُڑان کی بات نہیں بھیا آن کی بات ہے۔

ہاشم۔ تو تم کیا چاہتے ہو۔؟ کہ اپنا کام کاج چھوڑ دوں۔ تھانوں میں حاضری دوں اور عدالت میں پیشیاں بھگتوں

اور پیٹ پر پتھر باندھ لوں۔ میں تمہاری طرح امیرزادہ نہیں
ہوں۔ مزدور آدمی ہوں۔ کما کر کھانا پڑتا ہے مجھے

شیریں۔ تم مقدمے سے کیا ڈر رہے ہو۔ مجھ سے پیسے لو۔ دس ہزار
بیس ہزار کتنا چاہیئے تمہیں۔

ہاشم۔ جی نہیں معاف فرمائیے۔ مجھے خیرات نہیں چاہیئے۔

شیریں۔ (پیار کی ڈانٹ۔) بکو نہیں! تمہیں کتنے پیسے چاہئیں؟

ہاشم پیارے تم محض گدھے ہو

شیریں کیا مطلب؟

ہاشم۔ یہ پیسوں ہی کی بات نہیں ہے۔ جب مقدمہ چلتا ہے، تو
بدنامی بھی ہوتی ہے۔ اخبارات میں اُس کی کہانی چھپتی ہے۔
میرا کام ایسا ہے کہ ایک مرتبہ بدنام ہو گیا تو لوگ مجھے بزنس
کہاں سے دیں گے۔ قریب نہیں آنے دیں گے۔

شیریں اگر تم بری ہو گئے تو۔

ہاشم۔ بری ہو جاؤں یا قید ہو جاؤں۔ ایک ہی بات ہے جس کے
پاس جاؤں گا وہ کہے گا۔ یہ وہی لفنگا ہے جو کسی کی لڑکی بھگا کر
لے گیا تھا۔ دو کوڑی کی عزت رہ جائے گی اپنی۔ اور ہمارا

کاروبار تو ساکھ پر چلتا ہے۔

شیریں۔ اور اگر میمونہ زیور لے کے نہیں نکلتی اور تم اُس سے شادی بھی کر لیتے تو کیا بدنامی نہیں ہوتی؟

ہاشم۔ اُس وقت خطرہ پچاس فی صدی تھا۔ اب سو فی صدی ہے عشق میں آدمی پچاس فی صدی تک خطرہ مول لے سکتا ہے۔

(ملازم ہاتھ میں ٹرے لئے داخل ہوتا ہے۔ اُس میں دودھ کا جگ دو شیشے کے گلاس۔ ایک بسکٹوں کا ڈبہ۔ چینی دان اور مکھن رکھا ہے۔)

ملازم۔ وہ بسکٹوں کا ڈبہ وہیں رکھا تھا سرکار۔

شیریں۔ اچھا رکھ دو اور بیگم صاحب سے کہو کہ اگر تیار ہوں تو آ کر کچھ کھا لیں۔ (ملازم بائیں جانب سے لوٹ جاتا ہے۔)

ہاشم۔ تو میمونہ نے بھی کچھ نہیں کھایا دو دن سے۔

شیریں۔ تو وہ کیسے کھائیں؟ میاں بتا رہا ہوں کہ دو روز سے ہم جنگل میں چھپتے پھرتے رہے۔ بلکہ یوں کہو کہ دن کو چھپتے پھرتے تھے اور رات کو چلتے تھے۔

ہاشم۔ (یکایک نادم ہوکر) شیریں یار تم آدمی تو گدھے ہو لیکن ایمان سے سونے میں تولنے کے لائق ہو۔

شیریں۔ (بسکٹوں پر مکھن لگاکر کھاتے ہوئے) یہ بولا۔ ایک پنساری۔ بھیّا آدمی تم بھی اچھے ہو لیکن تمہاری ذہنیت بنیا ذہنیت ہے۔ مجھی کو سونے میں نہیں تولتے۔ عشق میں بھی تم پچاس فی صدی اور سو فی صدی کا حساب لگاکر سوچتے ہو۔ بھائی یہاں تو تخت یا تختہ۔ خطرہ سو فی صدی یا پچاس فیصدی ہم تو بھڑ جائیں۔

ہاشم۔ اسی لئے تو کہا کہ تم گدھے ہو۔

شیریں۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوں تو دیکھوں کوئی کیسے مجھے ہاتھ بھی لگاتا ہے۔ تمہارا عشق ابھی کچّا ہے۔

ہاشم۔ بکو نہیں۔

شیریں۔ اچھا میں مذاق نہیں کر رہا۔ تم سچ سچ بتاؤ۔

ہاشم۔ (تیوری پر بل ڈالے) معلوم نہیں تم اسے عشق کہوگے یا نہیں۔ ساری زندگی میں ایک ہی لڑکی پسند آئی ہے۔ اور وہ ہے میمونہ۔ اور تمہیں یہ معلوم ہی ہے کہ میں کوئی ایسا دل پھینک

نوجوان بھی نہیں ہوں۔ چنانچہ اگر میمونہ مجھے اچھی لگی ہے اور اس کے لئے میں اپنی آبرو تک کو خطرے میں ڈال رہا ہوں تو ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی جذبہ تو ہوگا۔

شیریں۔ (گلاس میں دودھ ڈالتا ہے) کھنک تو اصلی سکے کی معلوم ہوتی ہے۔

ہاشم۔ اس میں ہنسی کی بات نہیں ہے۔ میرے ایسے سنجیدہ آدمی کو بھی عشق ہو سکتا ہے۔ (پھر خود ہی ہنس کر) اسی کو تو علامہ اقبال نے عقل اور عشق کی جنگ کہا ہے۔

شیریں۔ (گلاس اُٹھا کر پینا چاہتا ہے پھر رکھ دیتا ہے۔) تو علامہ اقبال نے کیا کہا ہے۔ کہ عشق جیتتا ہے یا عقل جیتتی ہے؟

ہاشم۔ (اُداسی سے) اُن کے ہاں تو ہمیشہ عشق جیتتا ہے۔

شیریں۔ (گلاس اُٹھا کر پیتا ہے۔) علامہ اقبال کافی سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

ہاشم۔ ان کے سمجھ دار ہونے سے تو کسی کو انکار نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس جنگ میں عقل کو لڑنے کا پورا موقعہ نہیں دیتے

شیریں۔ (خالی گلاس رکھ کر اٹھتا ہے۔) بھائی ہم فلسفہ اور باریکیاں تو

نہیں جانتے۔ لیکن اِتنا جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں تو عشق ہی جیتے گا۔

(بائیں جانب سے میمونہ داخل ہوتی ہے۔ وہ بالکل مختلف لڑکی لگ رہی ہے۔ لڑکی نہیں بلکہ عورت لگ رہی ہے۔ اس نے چہرے پر میک اپ کر رکھا ہے۔ ہاتھوں اور گلے میں زیور ہے۔ اور اُس نے ہلکے گلابی رنگ کی ساڑھی اور اُسی رنگ کا بلاوز پہن رکھا ہے۔ پاؤں میں اونچی ایڑی کی سینڈل ہے۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی یوں آتی ہے جیسے کوئی نیند میں چل رہا ہو۔ شیریں اسے دیکھ کر سکتے میں رہ جاتا ہے۔ ہاشم کی پیٹھ ہے لیکن وہ شیریں کے چہرے سے اندازہ لگاتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات ہو گئی ہے اور اُچک کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ میمونہ دونوں سے بے نیاز درمیانی صوفے پر آ کر بیٹھ جاتی ہے۔)

شیریں۔ آپ بہت تھک گئی ہیں۔؟

میمونہ۔ ہاں۔

شیریں۔ اور آپ نے دو روز سے کھانا بھی تو نہیں کھایا۔؟

ہاشم۔ یہ دُودھ پی لیجئے۔

(شیریں ہاشم کی آواز سے چونکتا ہے اور پہلی دفعہ میمونہ سے نظریں ہٹا کر اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ پھر کچھ بوکھلا سا جاتا ہے۔)

شیریں۔ میں ذرا منہ ہاتھ دھو آؤں۔

(جلدی سے بائیں جانب سے نکل جاتا ہے)

میمونہ۔ (گلاس میں دودھ ڈالتے ہوئے) تو انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا؟

ہاشم۔ (ذرا کسمسا کر بیٹھ جاتا ہے۔) جی ہاں۔

میمونہ۔ کتنے روز رہے آپ جیل میں ؟

(ہاشم میمونہ کی آواز میں سرد مہری محسوس کر کے بے چین سا ہو جاتا ہے۔)

ہاشم۔ کیا بات ہے میمونہ۔؟ تمہاری آواز اتنی خشک کیوں ہے ؟

میمونہ۔ تھکن ! (گلاس اٹھا کر پیتی ہے)

ہاشم۔ (جس کی ذرا تسلّی ہو گئی ہے لیکن پھر بھی کچھ تشویش باقی ہے۔) اُسی دِن ہی اُنہوں نے چھوڑ دیا تھا۔

میمونہ۔ اچھا۔؟ کیوں ؟

ہاشم۔ ضمانت پر۔ میرے ایک ماموں ہیں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا

وہ بھی انشورنس میں ہیں۔ وہی مجھے انشورنس میں لائے تھے
انہوں نے جاکر ضمانت دی۔ اُن کی کچھ جان پہچان بھی ہے۔
اتفاق سے اُس علاقے کے مجسٹریٹ اُن کے دوست ہیں۔
اُنہوں نے ضمانت لے لی۔

میمونہ۔ ابّا کا کیا حال ہے؟

ہاشم۔ بہت برا حال ہے۔ میں اگر حراست میں نہ ہوتا تو شاید میرا خون کر دیتے۔

میمونہ۔ بچارے ابّو۔

ہاشم۔ لیکن جس وقت میں وہاں سے چلا اُس وقت تک اُن کا غصّہ کم ہو گیا تھا۔

میمونہ۔ تو آپ کب چلے؟

ہاشم۔ دوسرے ہی روز میں گاڑی میں سوار ہو گیا تھا

میمونہ۔ اچھا؟ تو آپ یہاں پر تین چار روز سے ہیں۔؟

ہاشم۔ جی ہاں۔

میمونہ۔ (گلاس نیچے رکھ کر۔ بسکٹوں پر مکّھن لگاتی ہے۔) امّی سے ملاقات ہوئی۔؟

ہاشم۔ نہیں اُن سے تو ملاقات نہیں ہوئی۔

میمونہ۔ ہاں تو آپ نے کہا تھا کہ ابّا کا غصّہ کچھ کم ہو گیا تھا۔

ہاشم۔ (ذرا بے چینی سے پہلو بدل کر) اصل میں مَیں نہیں چاہتا تھا کہ اُن کو ضرورت سے زیادہ ناراض کیا جائے۔

میمونہ۔ (ذرا چونک کر۔) تو؟

ہاشم۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہماری شادی اُن کی مرضی سے ہو۔

میمونہ۔ (جس کے چہرے سے تھکن اور بے نیازی یکایک غائب ہو جاتی ہے۔) کیسے؟

ہاشم۔ اگر ہم اُن سے صلح کر لیں تو یہ ممکن ہے۔

میمونہ۔ (جسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آتا) لیکن صلح کیسے کی جائے؟

ہاشم۔ (بے چینی سے پہلو بدل کر) مثلاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ معافی مانگ لیں۔

میمونہ۔ اور وہ معاف کر دیں گے۔

ہاشم۔ اُمید تو ہے۔

میمونہ۔ آپ صاف بتائیے۔ آپ کی اور ان کی بات کیا ہوئی ہے

ہاشم۔ (ہمّت کر کے) اصل میں اُن سے کوئی آخری بات تو

نہیں ہوئی لیکن چونکہ انہوں نے میرے خلاف مقدمہ واپس لینے کا وعدہ کیا ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ مصالحت پر رضامند ہو جائیں گے۔

میمونہ۔ لیکن مصالحت کے لئے اُنہوں نے کوئی شرط پیش نہیں کی۔؟

ہاشم۔ کوئی خاص شرط تو نہیں۔ ایک دو عام باتیں اُنہوں نے کہیں۔

میمونہ۔ (جس کے شکوک بیدار ہو رہے ہیں۔) مثلاً

ہاشم۔ مثلاً اُنہوں نے کہا کہ ...... کہ زیور ......

میمونہ۔ زیور؟

ہاشم۔ زیور واپس کر دیجئے۔

میمونہ۔ یہ معمولی بات ہے۔؟

ہاشم۔ ہماری شادی کے مقابلے میں یہ ایک معمولی بات ہے اس کے علاوہ اگر وہ ہم سے خوش ہوں گے تو بہت ممکن ہے کہ وہ یہ زیور ہمیں اپنی مرضی سے دے دیں۔

میمونہ۔ کون دے دیں؟

ہاشم۔ آپ کے والد۔

میمونہ۔ لیکن یہ زیور ابّا کے پاس نہیں ہوگا۔ امّی کے پاس ہوگا۔ اور مجھے معلوم ہے کہ وہ امّی سے یہ زیور نہیں لے سکیں گے۔

ہاشم۔ کوئی باپ اپنی بیٹی کی طرف سے اتنا سخت دل نہیں ہو سکتا

میمونہ۔ میں ابّا کو آپ سے بہتر جانتی ہوں۔

ہاشم۔ اور اگر بالفرض انہوں نے نہیں بھی دیا تو کیا ہم خود زیور نہیں بنوا سکتے ؟

میمونہ۔ لیکن یہ امّی کا زیور ہے۔

ہاشم۔ میمونہ یہ آپ کی امّی کا زیور بے شک ہے۔ لیکن ہم اپنی ساری زندگی کی خوشیاں تو اس پر قربان نہیں کر سکتے۔

میمونہ۔ (نا اُمیدی کو نگل کر۔) اگر آپ مجھے سر سے لے کر پاؤں تک بھی سونے میں لاد دیں گے تو بھی جو بات اِن میں ہے وہ نہیں ہوگی۔ یہ تو میری امّی کی محبّت کی نشانی ہے۔ اِس کو ہاتھ لگاتی ہوں تو مجھے توانائی محسوس ہوتی ہے۔

ہاشم۔ میمونہ شادی کے بعد لڑکیاں ماؤں کو چھوڑ بھی دیا کرتی ہیں۔

میمونہ۔ (ہاشم کی طرف ایسے دیکھتی ہے جیسے وہ کوئی اجنبی ہو) وہ شاید

ماں کی محبت سے سیر ہو چکی ہوتی ہوں گی۔ خیر آپ اِس بات کو چھوڑیئے۔ اچھا۔ مان لیا کہ اُن کو زیور دے دیا۔ پھر؟

ہاشم۔ تو ظاہر ہے کہ ہم سے خوش ہو جائیں گے۔ پھر مَیں اور میرے ماموں انہیں سمجھائیں گے اور امید ہے کہ وہ ہماری شادی کی اجازت دے دیں گے۔

میمونہ۔ تو اتنا عرصہ مَیں کہاں رہوں گی۔

ہاشم۔ (معصومیت سے۔) اپنے ابّا کے پاس (پھر نہایت جلدی سے۔) ظاہر ہے اور کہیں ٹھہرنا۔ یعنی میرے ہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہوگا۔

میمونہ (آہستہ سے مُنہ پھیر لیتی ہے۔) مجھے یہی اُمید تھی۔

ہاشم۔ (ذرا پریشان ہوکر) میمونہ مجھے اپنی بھلائی نہیں چاہیئے۔ مَیں تو تمہاری بھلائی کے لئے۔ تمہاری عزّت اور وقار کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ وگرنہ ظاہر ہے کہ اگر تم چاہو تو ہمارے ہاں بھی ٹھہر سکتی ہو۔ لیکن ایسی صورت میں آپ کے ابّا سے مستقل لڑائی رہے گی۔ اور لوگ بھی باتیں کرینگے۔

میمونہ۔ (آہستہ سے) مَیں سمجھ گئی۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں جیسے

گھر سے آئی تھی، ویسے ہی لوٹ جاؤں۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اُس کے بعد امّی میری شادی کے لئے الگ کوشش کریں، اور آپ کے ماموں آپ کی شادی کے لئے الگ کوشش کریں۔ اور چونکہ آپ کے ماموں کی بات ہماری امّی کی بات کے مقابلے میں زیادہ مانی جائے گی۔ اس لئے ہماری شادی ہو جائے گی۔ یہی کہہ رہے ہیں نا آپ۔

ہاشم۔ میمونہ ہمیں جذباتی نہیں ہونا چاہیئے۔

میمونہ۔ میں نے تو کوئی جذباتی بات نہیں کی۔ میں نے تو آہستہ آہستہ ایک منطقی بات کی ہے۔

ہاشم۔ (جھنجلا کر) وہ تمہاری شادی تمہاری مرضی کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں۔ ہم عدالت میں جا سکتے ہیں۔

میمونہ۔ ہاشم صاحب میں صاف صاف بات کرنا چاہتی ہوں۔

ہاشم۔ ہاں ہاں۔

میمونہ۔ ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے

ہاشم۔ (گھبرا کر) کیا مطلب ؟

میمونہ۔ ہم ایک دوسرے کو نہیں سمجھ سکتے۔

ہاشم۔ یہ پاگل پنے کی باتیں ہیں، ہمارے سامنے ایک لمبا مستقبل ہے۔ ہمیں کل ہی کا نہیں سوچنا۔ ہمیں آنے والے طویل برسوں کا سوچنا ہے۔ ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے ہماری ساری زندگی تلخی میں گذرے۔

میمونہ۔ (سوچتے ہوئے) میں نے واقعی غلطی کی

ہاشم۔ (کچھ نہ سمجھ کر) غلطی دراصل میری تھی۔ مجھے اُس وقت آپ کو ہر جلدی کے اقدام سے منع کرنا چاہیئے تھا۔

میمونہ۔ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے۔ کہ میں آپ سے شادی کرنے کے لئے بے قرار تھی۔

ہاشم۔ نہیں نہیں میں نے کبھی یہ نہیں سوچا۔

میمونہ۔ اگر نہیں سوچا تو اچھا کیا۔ لیکن اگر سوچا تو میں یہ کہنا چاہ رہی تھی۔ کہ میرے دل میں کبھی شادی کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔

ہاشم۔ (گھبرا کر۔) یہ کیا کہہ رہی ہو میمونہ!

میمونہ۔ میں اپنے آپ کو ایک بے پروا باپ اور سخت دل ماں سے بچانا چاہ رہی تھی۔ اور کچھ نہیں۔ اور میں نے سوچا تھا کہ

شاید آپ مجھے بچا سکیں۔

ہاشم (جلدی سے) بے شک بے شک

میمونہ۔ لیکن میرا اندازہ غلط نکلا۔ آپ اس کے قطعی طور پر نا اہل ہیں۔

ہاشم۔ میمونہ مجھے تم سے محبت ہے تم یہ کیوں نہیں سمجھتیں۔

میمونہ۔ اتفاق سے مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔

ہاشم۔ تم جذباتی ہو رہی ہو

میمونہ۔ میں نہایت ٹھنڈے دل سے اس نتیجے پر پہنچی ہوں۔ میرے جذباتی ہونے کا وقت جا چکا ہے۔

ہاشم۔ میمونہ!

میمونہ۔ فرمائیے۔

(ہاشم کھڑا ہو جاتا ہے اور اضطراری کیفیت سے اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے)

ہاشم میمونہ تم کیا چاہتی ہو کہ میں کیا کروں؟

میمونہ۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ واپس تشریف لے جائیں

ہاشم۔ میمونہ؟

میمونہ۔ آپ واپس تشریف لے جائیں اور ہمارے ابّا سے کہیں کہ

آپ کا میرے ساتھ کوئی واسطہ نہیں اور اس کے بعد فیکٹری کی انشورنس پالیسی پر دستخط کرواکے اپنے کاروبار میں اضافہ کریں۔

ہاشم۔ تم بہت سخت لفظ برت رہی ہو۔

میمونہ۔ جی نہیں یہ اُتنے ہی نرم ہیں جتنے کہ آپ برت رہے تھے۔

ہاشم۔ میں نے تمہیں کوئی طعنہ نہیں دیا۔

میمونہ۔ جی ہاں۔ لیکن آپ نے یہ کہا ہے کہ میں جذباتی ہوں۔ اور اسی لئے گھر سے بھاگ نکلی ہوں۔ اور میری بہتری اس میں ہے کہ میں گھٹنوں کے بل واپس اپنے شفیق ماں باپ کے سائے میں چلی جاؤں۔۔ آپ نے یہ کہا ہے کہ میں نے آپ کو چاہا ہے اور حماقت کی ہے۔ آپ نے میری اتنی بڑی توہین کی ہے کہ اس کے بعد میں (تلخی سے ہنستی ہے۔) میں۔ سوائے اپنے آپ پر ہنسنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی۔

ہاشم۔ (ذرا جھنجلا کر۔) میمونہ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔

میمونہ۔ میرا دماغ چل گیا تھا۔ آپ نے اب بالکل صحیح کر دیا ہے۔

ہاشم۔ تم میرے ساتھ سخت ناانصافی کر رہی ہو۔ میری محبت کو ذلیل کر رہی ہو۔ میں نے تمہیں اس لئے نہیں چاہا کہ تم مشکل حالات میں تھیں بلکہ تمہیں تمہاری خاطر چاہا ہے۔ میں نے تمہیں اُس وقت بھی چاہا ہے۔ جب تم نے کہا کہ میں اپنے تمام گھر والوں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ چلوں۔ اور اس وقت بھی چاہتا تھا۔ جب کہ تم مجھے بغیر بتائے ہوئے گھر سے زیور لے کر آگئیں۔ اِس وقت بھی چاہتا ہوں۔ جب میرے سر پر قید کا خطرہ ہے اور اِس لمحے بھی چاہتا ہوں جب تم مجھے دھتکار رہی ہو۔

میمونہ۔ ہاشم صاحب ہمیں اِس موضوع پر بحث نہیں کرنی چاہیئے بہت ممکن ہے میرے مُنہ سے کوئی اور بھی سخت بات نکل جائے۔

ہاشم۔ (غصے میں) مَیں سخت باتیں سُننے کے لئے تیار ہوں۔

میمونہ۔ (غصے میں) اگر آپ سُننے کے لئے تیار ہیں تو سُنیئے آپ دراصل چھوٹے اور حقیر آدمی ہیں۔ آپ نے مجھے میرے مشکل حالات سے چھڑانے کا وسیلہ نہیں کیا۔ وہ میں نے کیا اور

آپ کو اپنے ساتھ گھسیٹا۔ آپ کو جب پولیس کی شکل نظر آئی تو آپ نے مارے ڈر کے انہیں بتا دیا کہ مَیں یہاں بھاگ کر آئی ہوں ——————— (اُٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور چیخ کر) بولئے آپ نے بتایا یا نہیں بتایا۔ بولئے۔!

ہاشم۔ (ہکلاتے ہوئے) وہ تو خیر...... وہ خیر...... پولیس یوں بھی معلوم کر سکتی تھی۔

میمونہ۔ (چیخ کر) چُپ رہیئے۔

ہاشم۔ میمونہ......

میمونہ۔ پھر آپ نے اپنے کاروبار اور نام کے عوض مجھے بیچنے کا سودا کیا۔ آپ نے اُن سے کہا۔ کہ وہ آپ کے پنجے سے نکل گئی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ مَیں خود پکڑ کر اُسے لاتا ہوں اور آپ کے حوالے کرتا ہوں۔

ہاشم۔ (ذرا ہانپتے ہوئے) یہ غلط ہے۔ یہ غلط ہے.....

میمونہ۔ آپ چھوٹے اور حقیر ہیں۔ آپ مکّار بھی ہیں

(بائیں جانب سے شیریں تیزی سے داخل ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ اب صاف ہے۔ بال بنے ہوئے ہیں۔ صاف قمیص اور صاف پتلون

پہن رکھی ہے۔ اور جلدی میں نکٹائی باندھتا ہوا آ رہا ہے۔)

شیریں۔ یہاں کیا ہو رہا ہے؟ جھگڑا کس بات پر ہو رہا ہے؟

ہاشم۔ یار تھوڑی دیر کے لئے تم دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔ میں کچھ نجی باتیں کر رہا ہوں میمونہ سے۔

میمونہ۔ ہم کوئی نجی باتیں نہیں کر رہے۔ آپ یہاں پر ٹھہریئے۔

(شیریں کچھ خفیف سا ہو کر ہاشم سے میمونہ اور میمونہ سے ہاشم کی طرف دیکھتا ہے۔ دونو کی آنکھوں میں غصہ ہے۔ شیریں اُلٹے پاؤں واپس ہونا چاہتا ہے۔)

میمونہ۔ شیریں صاحب اگر آپ اس کمرے سے گئے تو میں اسی وقت اِس گھر سے چلی جاؤں گی۔

شیریں۔ لیکن میں — مَیں نہیں چاہتا مَیں آپ لوگوں کے درمیان آؤں۔ آپ اپنی بات ختم کر لیجیئے۔

میمونہ۔ ہماری بات ختم ہو چکی ہے۔ آپ یہاں بیٹھ جایئے۔

(شیریں نکٹائی باندھ کر ایک طرف بھیگی بِلّی بنا صوفے پر بیٹھ جاتا ہے میمونہ پھر درمیانی صوفے پر بیٹھ جاتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے۔)

شیریں۔ (ہاشم سے) کیا ہوا ہے ہاشم؟

ہاشم۔ کچھ نہیں۔ انہیں سے پوچھو!

شیریں۔ شکر رنجی؟

ہاشم۔ میرا خیال ہے حماقت؟

میمونہ۔ (جس کا غصہ یکایک اُتر چکا ہے اور تھکن نمودار ہونے لگی ہے۔) میرے اور ہاشم صاحب کے درمیان ساری بات ختم ہو چکی ہے۔

شیریں۔ غصے میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ آپ غصہ تھوک دیجئے۔

میمونہ۔ میرے دِل میں کوئی غصہ نہیں ہے۔ بس تنہائی ہے اور خلا ہے۔ بہرحال وہ میری ذات کی بات ہے۔

شیریں۔ دیکھئے اِنہوں نے اگر کوئی غلطی کی ہے تو اِنہیں معاف کر دیجئے۔

میمونہ۔ معاف وہاں کیا جاتا ہے جہاں تعلّقات رکھنے کی خواہش ہو۔ میرے دل میں اِس وقت سوائے سونے پن کے اور کچھ نہیں ہے۔

شیریں۔ دیکھئے آپ نے مجھے بھی تو معاف کر دیا تھا۔

میمونہ۔ آپ کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ آپ شریف آدمی ہیں۔

شیریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہاشم مجھ سے کہیں زیادہ
شریف ہے۔ میں ہاشم کو بڑی مدت سے جانتا ہوں۔

میمونہ۔ شیریں صاحب اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں یہاں سے فوراً
چلی جاؤں تو ویسے کہہ دیجئے۔ میں اس سلسلے میں اور بحث
نہیں کروں گی۔

ہاشم۔ نہیں۔ اگر آپ کہتی ہیں تو میں چلا جاتا ہوں۔

میمونہ۔ یہ میرا گھر نہیں ہے۔ شیریں صاحب کا گھر ہے۔

شیریں۔ ہاشم آخر بات کیا ہے؟

ہاشم۔ (ذرا ترشی سے) معلوم نہیں اس لڑکی کا دماغ کیوں آسمان پر
ہے۔ میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہوں۔ اور یہ ہے کہ ہوا
کے گھوڑے پر سوار چلی آرہی ہیں۔

میمونہ۔ آپ تمیز سے بات کیجئے۔

شیریں۔ (ہاشم سے) تم نے وہی کیا ہوگا جس سے میں نے منع کیا تھا

میمونہ۔ آپ نے انہیں کس بات سے منع کیا تھا۔

شیریں۔ (سنجیدگی سے) میں نے ان سے کہا تھا کہ میمونہ کو اُس کے
والدین کے پاس جانے کے لئے نہیں کہنا۔ اور اُس سے زیادہ

کے بارے میں بھی اصرار نہیں کرنا۔

میمونہ۔ پھر انہوں نے کیا کہا

شیریں۔ اِنہوں نے سوچا کہ شاید آپ کا بھلا اِسی میں ہو

میمونہ۔ میں کئی دن سے سوچ رہی ہوں کہ آپ دونو اس قدر مختلف آدمی ہیں۔ پھر آپ کی دوستی کیسے ہے۔

شیریں۔ (کچھ نہ سمجھ کر) یعنی ؟

میمونہ۔ آپ ہمت والے۔ یہ بزدل۔ آپ بے غرض۔ یہ خودغرض۔ آپ صاف گو۔ یہ مکّار۔

ہاشم۔ (جس سے اب ضبط نہیں ہو سکا) تو یہ بات ہے! مجھ سے پہلے کیوں نہیں کہا کہ تم نے دِل کہیں اور لگا لیا ہے میں خواہ مخواہ تم دونو کے درمیان حائل ہوں۔

شیریں۔ (ایک دم کرُسی سے اُچھل کر) بکو نہیں۔

ہاشم۔ (جس کا غصہ تیز ہو رہا ہے۔) تم یہ بتاؤ کہ یہ لڑکی تمہیں چاہتی ہے یا نہیں ؟

شیریں۔ (زور سے) نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ تمہیں چاہتی ہے

میمونہ۔ (اُٹھ کر) مَیں دونو کو نہیں چاہتی۔ سچ پوچھتے ہیں تو

میں اُس جنگلات کے افسر کو چاہتی ہوں۔

شیریں (ایک دم ٹھٹک کر) کیا؟

میمونہ۔ تم دونو سے وہ آدمی اچھا ہے۔ کم ازکم اُسے عورت کا دِل رکھنا آتا ہے۔

شیریں (جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا۔) میمونہ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ مجھے نہیں چاہتیں۔ یہ مجھے معلوم ہے لیکن خدا کے لئے اُس شخص کی بجائے تو آپ پتھر سے شادی کر لیں تو بہتر ہوگا۔

میمونہ۔ میں نے کب کہا ہے کہ میں اُس سے شادی کر رہی ہوں۔ میں نے تو یہ کہا ہے کہ بحیثیت ایک انسان کے وہ آپ دونو سے بہتر ہے۔

شیریں (مرجھا جاتا ہے۔) میمونہ آپ کو کسی کا دل زخمی کر کے کیوں مزا آتا ہے۔ میں نے تو آپ سے .....

ہاشم۔ (طنز سے) بولو۔ میرے دوست۔ بولو۔ چپ کیوں ہو گئے

شیریں۔ (بوکھلا کر) کچھ نہیں۔

ہاشم۔ بولتے کیوں نہیں کہ تم میمونہ کو چاہتے ہو

شیریں۔ ہاشم!

ہاشم۔ ہاشم سے کیا مطلب۔ ابھی میمونہ نے کہا کہ تم صاف گو ہو۔ بولو۔ اگر صاف گو ہو تو بولتے کیوں نہیں؟

شیریں۔ ہاشم یہ بحث بیکار ہے۔ تم نہیں چاہتے میمونہ کو؟

ہاشم۔ ہاں۔ لیکن تم؟

شیریں۔ (میمونہ سے) میمونہ مجھے معاف کر دینا۔ میں بڑا جذباتی آدمی ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ آپ کو نہ چاہوں میں پہلے ہی زخم خوردہ ہوں۔ مجھ میں ناکامیاں برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ لیکن قسمت کے آگے ہم سب لوگ بے بس ہو جاتے ہیں۔ (اپنا مُنہ دونو ہاتھوں سے ڈھانپ لیتا ہے اور ہچکی لیتا ہے۔ ہاتھ ہٹاتا ہے تو اس کا چہرہ سُرخ ہے) آپ بے شک ہم دونو کو نہ چاہیں لیکن اُس جنگلی کو ...
.... (تیزی سے بائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔)

(تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے۔ ہاشم سوچتے ہوئے اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے اور پھر آواز دیتا ہے۔)

ہاشم۔ نورے! نورے!

(ملازم بائیں جانب سے داخل ہوتا ہے۔)

ہاشم۔ میرا سامان نکالو

ملازم۔ جی؟

ہاشم۔ میرا سامان نکالو۔ سُنا نہیں

ملازم۔ جی۔ ابھی لیجے سرکار۔

(واپس چلا جاتا ہے۔)

ہاشم (میمونہ کی طرف دیکھتے ہوئے) میں بُزدل۔ خود غرض اور مکّار ہوں لیکن بیوقوف نہیں ہوں۔

(میمونہ کوئی جواب نہیں دیتی۔ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ جاتی ہے)

ہاشم۔ (ایک طرف کھڑا ہوکر جیب میں دونو ہاتھ ڈالتا ہے اور چھت کی طرف گھورتا ہے۔) میرا خیال ہے کہ اگر شیریں زیور کے بدلے اُن کو پیسے دے دے تو وہ مان جائیں گے۔

(میمونہ خاموش رہتی ہے)

(پھر ٹہلتا ہے۔) ہاں مجھے یاد آیا کہ اُنہوں نے کہا تھا۔ کہ اگر دس ہزار روپیہ دے دو تو ہم زیور نہیں مانگیں گے —— اور شیریں دس ہزار روپیہ یقیناً دے سکتا ہے۔

میمونہ۔ بکے چلے جا رہے ہو

ہاشم۔ (ایک دم رُک جاتا ہے اور چیخ کر) تم شیریں کو نہیں چاہتیں نہیں چاہتیں۔ تم بھی بہت صاف گو ہو۔ بولو۔ بولو۔

(میمونہ چُپ رہتی ہے)

ہاشم۔ تمہاری آنکھوں میں سے محبت چھلک رہی ہے۔ بولو۔ تم شیریں کو نہیں چاہتیں۔؟

(بائیں جانب سے شیریں داخل ہوتا ہے)

میمونہ (ایک دم اُٹھ کر زور سے) ہاں میں شیریں کو چاہتی ہوں۔ اور چاہتی رہوں گی۔

شیریں میمونہ!

(پردہ گرتا ہے)

کتبہ محمد اسحق تسالار مرصع رقم

قدرت اللہ شہاب کے شوخ اور بے باک قلم سے لکھے ہوئے
افسانے تمثیلچے جو ذہن کو چونکانے کے ساتھ طبعیت کو
گدگداتے بھی ہیں - یہ مجموعہ ایک ایسا نگار خانہ ہے جس
میں آپ کو معاشرے کی بہت سی مثالی صورتیں نظر آئیں گی
اور اچھوتے زاویے بھی -

سرخ فیتہ

رنگین سرورق ، معتدد تصاویر
اور خاکے شروع سے آخر تک دو رنگی طباعت ، عمدہ کاغذ

قیمت ٦ روپے